

تمام تر تحریفات اور نت نئے ایڈیشنوں کے باوجود توراۃ وانجیل سے  
آنحضرت ﷺ کا ذکر خیر مٹایا نہیں جاسکا۔ یہ کتابیں دنیا کے آخری نجات  
دہندہ کا اُس کی مختلف، اہم اور نمایاں خصوصیات کے ساتھ ذکر کرتی ہیں۔  
مگر سوال یہ ہے کہ وہ آخری نجات دہندہ ہے کون؟ کہاں ہے؟ اور اُس کا  
ظہور کب ہوگا؟ اگر یہ کتابیں سچی ہیں الہامی ہیں..... اور واقعی سچی والہامی  
ہیں..... تو پھر اُن کے پیروکاروں کے ذمے ہے کہ وہ بتلائیں کہ وہ شاہد  
ونذیر، داعی الی اللہ اور آخری نجات دہندہ ”محمد“ (ﷺ) کے علاوہ  
کون ہے؟

## اشرف ترین خصوصیتِ اسلام اور برہانِ نبوت ۳

اس اصول کو پیش نظر رکھ کر دنیا کے تمام بڑے بڑے بائبان مذہب کی زندگی کو ڈھونڈیے، تو فی الحقیقت ایک زندگی بھی ایسی نہیں ہے، جس کے ضروری حالات تک معلوم ہو سکیں۔ تورات کی ابتدائی پانچ کتابیں (خروج) سے (استثنا) تک ضرور حضرت موسیٰ کی زندگی کے حالات بتلاتی ہیں، لیکن دراصل وہ عہد موسوی کے بنی اسرائیل کی تاریخ ہے۔ خود حضرت موسیٰ کی زندگی کے خاص حالات کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ اناجیل اربعہ میں آخر کے ڈھائی برس کے واقعات حضرت مسیح کے ملتے ہیں، لیکن ان سے بھی خود مسیح کی اصلی زندگی کا عقدہ نہیں کھلتا اور افسوس ہے کہ جس قدر حالات معلوم ہوتے ہیں، وہ نہ صرف درجہ نبوت، بلکہ درجہ انسانیت سے گرے ہوئے ہیں۔

پھر اگر آج ایک طالب حق مذاہب عالم کو لاکارے کہ اپنے اپنے بائبان مذہب کی زندگیوں کو بازائریخص میں لاؤ، تاکہ کھراکھوٹے سے الگ کیا جائے، تو اسلام کے سوا کون ہے جو سامنے آسکتا ہے؟ یہودیوں کو چھوڑ دو کہ وہ سامنے نہیں آتے، لیکن (مسیحیت جو باوجود تنوع علم و مدنیت سے مدبوح ہو جانے کے پھر بھی اپنی موت کا اقرار نہیں کرتی) محض تاریکی کی ایک سیاہ چادر ہے، جس میں اس نے اپنے خدائے مصلوب کی لاش کو صدیوں سے لپیٹ لیا ہے، پھر چاہتی ہے کہ اس بے روح بوجھ سے عالم انسانیت کے کاندھوں کو اب بھی نجات نہ دے۔

فرض کرو کہ ایک بدگمان شخص (یوحنا) کی زبانی انجیل میں یہ پڑھتا ہے کہ یروشلم کی فاحشہ عورتوں کے ہاں بائبل کا مسیح مہمان ہوا کرتا تھا، اور (بیت عنیاہ) میں بعض جوان عورتیں تین تین سو دینار کا عطر جوش محبت میں آکر اس کے پاؤں پر ڈال دیتی تھیں اور پھر اپنے بالوں سے پونچھتی جاتی تھیں۔ [یوحنا ۱۲: ۳]

نیز وہ زنا کار عورتوں پر بہت شفیق تھا اور ان کو سزا دینے سے انکار کرتا تھا، اور یہ حجت پیش کرتا تھا کہ دنیا میں سب گنہگار ہیں۔ [یوحنا ۸: ۹]

پھر وہ سنتا ہے کہ یہ روحانی معلم بچپن ہی کے زمانے میں مصر پہنچا دیا گیا تھا اور اپنا تمام عہد شباب و افات کسی نامعلوم الحال شہر میں کاٹ کر تیس سال کے بعد اپنے تئیں ظاہر کیا تھا، تو انصاف کرو کہ اس کے لیے کیا امر مانع ہے کہ وہ مسیح کی مجہول و تاریک زندگی کے متعلق سخت سے سخت شکوک اپنے دل میں پیدا نہ کرے، اور مسیحیت کو اس کا ذمہ دار قرار نہ دے کہ بچپن سے لے کر جوانی تک کی اصلی اور پُر امتحان زندگی کے حالات پیش کیے جائیں؟

[مولانا ابوالکلام آزاد۔ الہلال، ج ۲، ص ۴۴-۴۵]

# فہرست

1		جواہر پارے
2	اشرف ترین خصوصیت اسلام..... (۳)	کلمہ طیبہ
5	”جھاتیاں“	اداریہ
7	آداب فتاویٰ..... (۸)	اخذ واقتباس
12	کتاب الآثار کیا پہلی صحیح کتاب ہے؟ (۳)	تحقیق و تنقید
18	اسلامی مہینے اور ان کا تعارف..... (۸)	مضامین و مقالات
21	صحبت با اولیاء.....	اخذ واقتباس
24	صاحب منصب کی تبدیلی	روزن تاریخ سے
27	میرے مربی و محسن مولانا محمد یحییٰ گوندلوی	یاد رفتگان
33	فہرست کتب	فہرست کتب
35	قرآن کیا ہے؟..... (۲)	شعر و ادب

اِنَّهٗ (اِنَّ + ه)	عَلَيْهِمْ ؕ	بَدَاَتِ (بِ + دَاَتِ)	الصُّدُوْر ④	وَ	اِذَا	مَسَّ	اَلْاِنْسَانَ	ضُرَّ	دَعَا
بے شک + وہ	جانے والا	ساتھ + والی	سینے	اور	جب	بچنی	انسان کو	کوئی تکلیف	اُس نے پکارا
رَبِّكَ (رَبِّ + ه)	مُنِيْبًا	اِلَيْهِ (اِلٰی + ه)	ثُمَّ	اِذَا	خَوَّلَكَ (خَوَّلَ + ه)	نِعْمَةً	مِنْهُ (مِنْ + ه)	نِيسَى	
پروردگار + اُس کا	رجوع کرنے والا	طرف + اُس کی	پھر	جب	دی اُس نے + اُس کو	نعمت	سے، کی طرف سے + اُس	وہ بھول گیا	
مَا	كَانَ	يَدْعُوْا	اِلَيْهِ (اِلٰی + ه)	مِنْ	قَبْلُ	وَ	جَعَلَ	لِلّٰهِ (لِ + اللّٰهِ)	اَنْذَادًا
جو	وہ تھا	وہ پکارتا ہے	طرف + اُس کی	سے	پہلے	اور	اُس نے بنائے	واسطے + اللہ کے	کئی ایک شریک
عَنْ	سَبِيْلِهِ (سَبِيْلٍ + ه)	ط	قُلْ	تَمَتَّعْ	بِكُفْرِكَ (بِ + كُفْرٍ + ك)	فَلْيَلَا ف	اِنَّكَ (اِنَّ + ك)	مِنْ	اَصْحَابِ النَّارِ ⑤
سے	راستہ + اُس کا	تم کہہ دو	توفاندہ اٹھا	ساتھ + کفر + تمہارا	تھوڑا	بے شک + تو	سے	ساتھی	آگ

”بے شک وہ (اللہ) سینوں کی باتیں جاننے والا ہے ④۔ اور جب انسان کو کوئی تکلیف لگتی ہے تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہے (دل سے) اُس کی طرف رجوع کرتے ہوئے، پھر جب وہ (اللہ) اُسے اپنی طرف سے کسی نعمت سے مالا مال کرتا ہے تو وہ اُس (مصیبت) کو بھول جاتا ہے جس کے لیے وہ پہلے (اللہ کو) پکارتا تھا اور اللہ کے لیے شریک بناتا پھرتا ہے تاکہ اُس کی راہ سے بہکا دے۔ (ایسے شخص سے) کہہ دو کہ اپنے کفر (ناشکری) کا تھوڑا فائدہ اٹھا لے، یقیناً تو (بالآخر) آگ والوں میں سے ہوگا ⑤۔“

## فتنہ اور مصیبتیں قیامت کی علامت ہیں

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ  
 ((لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ)) [ابن ماجہ: ۴۰۳۵]  
 ”(قیامت کے قریب) دنیا میں سوائے مصیبتوں اور فتنوں کے کچھ باقی نہیں رہ جائے گا۔“

## تقویٰ اور پرہیزگاری کے لیے دعا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی طویل دعا میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں:  
 ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ نَفْسِیْ تَقْوَاهَا وَزَكَّاهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ مِّنْ زَكَّاهَا، اَنْتَ وَلِيِّهَا وَمَوْلَاهَا)) [مسلم: ۲۷۲۲]  
 ”اے اللہ! میرے نفس کو اُس کا تقویٰ اور پرہیزگاری عطا فرما اور اسے پاک فرما دے۔ تو ہی اُسے بہتر پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا والی اور مالک ہے۔“

# ’اپنے ہی دوستوں سے ملاقات‘

حافظ احمد شاہ

اداریہ

امریکن سینیٹر اور دفاعی انٹیلی جنس کمیٹی کی چیئرمین جس کی اہم خبروں تک رسائی عام سینیٹروں سے زیادہ ہوتی ہے اس نے..... پاکستان میں..... تہہ در تہہ چھپا ہوا یہ بھانڈا چورا ہے میں پھوڑ دیا ہے کہ جن ڈرون حملوں پر ہمارے حکمران امریکا سے بہت ہی ”احتجاج“ کر رہے تھے جن پر انھیں بہت ”تشویش“ تھی اور ان حملوں سے مرنے والے بے گناہ مسلمانوں کا انھیں بڑا ”دکھ“ اور ”کرب“ تھا امریکن سینیٹر صاحبہ نے یہ انکشاف کیا ہے وہ ڈرون پاکستان ہی کی سرزمین کے قرب و جوار سے اڑتے اور کارروائی کرتے ہیں گویا کہ پاکستانی عوام نے جب کمین گاہ کی طرف دیکھا تو ان کی ”اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی۔“

اس کے جواب میں پاکستان کے..... امریکا و بھارت کے لیے..... ”جو ہر قابل“ جناب رحمان ملک کی طرف سے ایک ننھی منی سی تردید بھی اخبارات میں آئی اور ایسے ہی وزیر خارجہ صاحب نے بھی چلتے چلتے ایک خارجی سا انکار فرمایا کہ ڈرون جہاز پاکستان سے نہیں اڑتے اور ایک منحنی سی خبر امریکی سینیٹر کے ترجمان کے بیان کی شکل میں بھی آئی ہے کہ سینیٹر صاحبہ کا یہ استنباط اخبارات کی خبروں سے اخذ کردہ ہے کسی اہم رپورٹ کی بنیاد پر نہیں۔ جب کہ سابق آرمی چیف جناب جنرل مرزا اسلم بیگ نے فرمایا ہے کہ امریکی سینیٹر کا بیان صحیح ہے اور ڈرون طیارے تربیلا کے قریب سے پرواز کرتے ہیں جن کا کنٹرول آفس پہلے میرٹ ہوٹل ہوتا تھا۔ اس سارے افسانے کی انکاریت اتنی مبہم اور اس کے الفاظ اتنے گداز ہیں کہ اجتہادی ترمیم کے ساتھ یہ شعر اس پر آسانی سے پڑھا جاسکتا ہے۔

یہ اڑی اڑی سی رنگت یہ تھکا تھکا سا ”لہجہ“ تری ”زبان“ کہہ رہی ہے تیری ”بات“ کا فسانہ

امکانات تو اگرچہ..... حکومت میں آنے کے..... شروع دن ہی سے ”جھاتیاں“ مار رہے تھے کہ ”مردحز“ کی حکومت میں باریابی چشم یار کی شہہ ہی سے ممکن ہو سکتی ہے۔ لیکن خیال تھا کہ پی پی پی نے اپنی لیڈر کی خود اختیار کردہ جلاوطنی سے وطن و عوام کے بارے میں ماضی سے سبق لے لیا ہوگا لیکن ظاہر یہ ہوا کہ طویل کشٹ سے اقتدار تک پہنچنے والوں نے ماضی سے سبق لینے کی بجائے اس کو تجربہ جان کر مشعل راہ بنا لیا ہے۔ اس سے تو یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ جہاں خلائی حکومت آٹھ سال میں نہیں پہنچ سکتی تھی یہ منتخب ”جمہوری“ حکومت وہاں ایک ہی سال میں پہنچ گئی۔ اخبارات میں کبھی کبھار وزیراعظم کا دھڑلے دار ایک آدھ بیان..... شاید پالیسی کے مطابق..... آجاتا ہے جس میں ”اب کے مار.....“ والی بات ہوتی ہے۔ لیکن جناب صدر کا بیان تو جب کبھی نظر نواز ہوتا ہے تو اس میں دانے پانی کا ہی تقاضا ہوتا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ بہت اہم ہے لیکن ہمارے وسائل نہیں وغیرہ وغیرہ۔ حالیہ دور کے مختلف واقعات و بیانات سے حالات کی جو پردہ کشائی ہو رہی ہے اس کے مطابق تو جو کچھ پہلے فاٹا اور اب پاکستان میں ہو رہا ہے وہ ہماری حکومت کے..... کم از کم..... علم..... بلکہ شاید اجازت..... کے مطابق ہو رہا ہے۔ آج..... ۱۷ فروری ۲۰۰۹ء..... کے اخبارات میں ہے کہ امریکا نے پاکستان کے اندرون کرم ایجنسی میں میزائل حملہ کر دیا ہے جس سے ۳۰ بے گناہ مسلمان شہید ہو گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یورپی یونین کے بعض دیگر ممبران بھی اب ان حملوں کو نقصان دہ قرار دے رہے ہیں لیکن امریکا بہادر کی کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ امریکی حکمران جماعت اور صدر امریکا کو برطانیہ سے راہ نمائی، معلومات اور برصغیر کی نفسیات خصوصاً اس خطے کے مسلمانوں کی نفسیات سے

ضرور آگہی حاصل کرنی چاہیے کہ یہ خطہ..... یعنی اس کے مسلمان..... کسی کی غلامی قبول کرتا ہے یا نہیں؟ اس کو واضح ہو جائے گا کہ اس خطے کے مسلمان نے نہ کبھی غلامی قبول کی ہے اور نہ کبھی کرے گا جس پر ہندوستان کی پہلی تحریک جہاد یعنی جماعت مجاہدین کی قربانیوں کی تاریخ شاہد ہے۔

باقی رہے اس خطے کے ہندو اور دیگر غیر مسلم تو ام تو ان پر مسلمان ایک ہزار سال حاکم رہے اس لیے انھیں نہ محکوم رہنا مشکل ہے اور نہ محکوم رکھنا۔ لیکن مسلمان تو آزاد پیدا ہوتے ہیں، آزاد ہی جیتے ہیں اور آزادی ہی کی راہ یعنی اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جان دے کر خوش ہوتے ہیں۔ واضح ہو کہ اعلائے کلمۃ اللہ کا معنی ہے اللہ کی مخلوق کے لیے خالق کا نظام۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے لیظہرہ علی الدین کلمہ کا اصول بیان فرما دیا اس لیے مسلمان صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اپنے رسول ﷺ کے سوا کسی دوسرے کی غلامی قبول ہی نہیں کر سکتا۔ باقی رہے مسلمانوں میں عبداللہ بن ابی اور میر جعفر جیسے کردار! تو یہ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم و جنت دونوں ہی بھرنے میں ہم ان کی نشان دہی کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہمیں کرنی چاہیے کہ وقت اور تاریخ ان کے اعمال سے خود بخود ان کو نمایاں کر دیتی ہے۔

## اہل لاہور کی توہین:

بنت کی حالیہ یعنی سیاسی طور پر اس کی ابتدا یا اس کو ثقافتی و سیاسی رنگ کا نام دیا جانا تو اگرچہ ن لیگ کے دور کی ہی دین ہے تاہم اس قاتل کھیل کو مادر پدر آزادی کی ہوا کی لگ کے دور میں ملی اور اس کے خونی ہاتھوں کی خوں ریزی میں اضافہ بھی ق لیگ کا ہی مہون منت ہے۔

اب ن لیگ یعنی پنجاب حکومت کی کچھ سوچ بدلی، کچھ خیالات میں تغیر آیا اور ممکن ہے ماضی کی سینات نے ان کے ضمیر کو بھی جھنجھوڑا ہو تو پنجاب حکومت نے تا حال اس کھیل پر پابندی لگائی ہوئی ہے اور وہ اجازت نہیں دے رہی۔ جب کہ ہمارے گورنر بہادر یہ پابندی اٹھائی جانے کے شدید منتظر بلکہ انتہائی خواہش مند ہیں بلکہ آج تو انھوں نے اس خالص ہندوؤں کا تہوار کو جس کی تاریخ ایک گستاخ رسول ہندو تک جا پہنچتی ہے، لاہوریوں کا تہوار اور ثقافت قرار دے کر غازی علم دین شہید کی لازوال قربانی کی اس قدر توہین کی ہے جس کی جتنی مذمت بھی کی جائے کم ہے۔ یہ بات عالم مدہوشی میں ہی نکلی محسوس ہوتی ہے ورنہ انھیں علم ہونا چاہیے کہ لاہور کی تاریخ اور ثقافت تو حرمت رسول پر جان قربان کرنا ہے۔ غازی علم دین شہید کی قربانی رہتی دنیا تک یاد رکھی جائے گی۔ اس کے علاوہ ۱۹۵۴ء کی تحریک ختم نبوت میں اہل لاہور کی قربانیاں تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں جس میں لاہور میں شیعہ رسالت کے پروانوں نے سینے پر گولیاں کھا کر اس تحریک کو نمودی تھی ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کی دھیمی آنچ شعلہ جوالہ اس وقت ہی بنی جب زندہ دلان لاہور سینے ننگے کر کے ”تاج و تخت نبوت“ زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئے اور انگریزوں کے اس خودکاشتہ پودے کو غیر مسلم اقلیت قرار دلو کر رہے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ کے نام پر جو سرفروشی اور جاں نثاری اہل لاہور نے دکھائی پورا ملک اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے اور ہمارے گورنر بہادر اس ہندوؤں کا کھیل کو جب اہل لاہور کی ثقافت قرار دیتے ہیں تو کیا انھیں شیعہ محشر ﷺ کے روبرو حاضری پر ایمان نہیں؟ ہوگا اور یقیناً ہوگا ”کہ اس کے بغیر مسلمان کا ایمان ہی مکمل نہیں ہوتا“ تو کیا حرمت رسول پر قربان ہونے والوں کی ثقافت کو ہندوؤں کا ثقافت کا نام دینا؟ ع

”کوثریہ“ کس مونہہ سے جاؤ گے..... شرم تم کو مگر نہیں آتی

والی بات نہیں؟ ہمارا مؤدبانہ التماس ہے کہ وہ اس جملے پر اللہ تعالیٰ، عام مسلمانوں خصوصاً اہل لاہور سے معذرت کریں۔ واضح رہے کہ علماء کی تصریح کے مطابق اسراف ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا ہوتا ہے اور تبذیر بلا ضرورت یا غلط کاموں پر خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ اور تبذیر کرنے والوں کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ ”شیطان کے بھائی“ فرماتا ہے۔ اور بسنت چوں کہ تبذیری ہی تبذیر ہے لہذا اس کی اجازت نہ دینے والے حاکموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد یقیناً شامل حال ہوگی۔

# آداب فتاویٰ

## احتیاط اور تقاضے

حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (م: ۷۵۱ھ)

ماخوذ از فتاویٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام صاحب بستی

ومغرب کی دوری ہے۔ پہلا محض خدا کے دین کا بول بالا، اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور شریعت کا اظہار چاہتا ہے، جب کہ دوسرا دنیا طلبی اور حب جاہ میں اپنے تئیں اچھالنے اور منوانے کی فکر میں ہے، اسے نہ کتاب و سنت کی موافقت سے غرض نہ مخالفت سے ڈر، بس اپنے توے کی خیر منار ہا ہے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

عادت اللہ یوں جاری ہے کہ مخلصوں کو وہ ہیبت دیتا ہے، نور دیتا ہے، ان کی محبت اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے، لوگوں کی توجہ ان کی طرف ہو جاتی ہے، ان کے دل ان کی مٹھی میں آ جاتے ہیں۔ یہ اپنے اخلاص، اپنی نیک نیتی کے اور اچھے معاملے کی وجہ سے جنت کے درجے اور دنیا کی بلندیاں پاتا ہے اور وہ اپنی ریا کاری کی وجہ سے اور غلط کاری خدا کی اور نیک مخلوق کی نظروں سے گر جاتا ہے، سب کے نزدیک حقیر ہو جاتا ہے، لوگ اس سے کڑھنے لگتے ہیں اور اس کی کوئی عزت باقی نہیں رہتی۔ مخلص کو رعب اور محبت ملتی ہے اور ریا کار کو ذلت و عداوت نصیب ہوتی۔ حلم، وقار، سکینہ یہ علم کا لباس اور علم کا جمال ہیں، ان سے جو شخص خالی ہو وہ گویا ننگا آدمی ہے جس کے بدن پر کپڑا نہیں۔ سلف کا قول ہے کہ علم سے جب حلم مل گیا تو سونے پر سہاگہ ہو گیا۔

مفتیوں کی چار قسمیں: اس بارے میں لوگ چار قسم کے ہیں:

①..... بہترین لوگ وہ ہیں جنہیں علم اور حلم دونوں چیزیں عطا

ہوئی ہیں۔

②..... بدترین لوگ وہ ہیں جو ان دونوں کمالات سے محروم ہوں۔

③..... تیسری قسم کے وہ ہیں جنہیں علم ہوا اور حلم نہ ہو۔

فائدہ ⑤:

مفتی میں یہ پانچ وصف ہونے ضروری ہیں: حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تک کسی میں یہ پانچ اوصاف نہ ہوں وہ مفتی ہونے کے قابل نہیں:

- ①..... ایک تو یہ کہ اس کی نیت اچھی ہو۔ جب تک نیت اچھی نہ ہو نہ اسے خود نورانیت حاصل ہوگی نہ اس کے کلام میں نورانیت ہوگی۔
- ②..... دوسرے یہ کہ اس میں حلم و وقار اور سکینت و طمانیت ہو۔
- ③..... تیسرے یہ کہ پورا علم، کافی مہارت اور اچھی قوت ہو۔
- ④..... چوتھے یہ کہ کفایت ہو ورنہ لوگ اس کے ٹکڑے کر ڈالیں گے۔
- ⑤..... پانچویں یہ کہ لوگوں کی پہچان ہو۔

امام صاحب کے اس فرمان سے خود امام صاحب کی کس قدر جلالت اور بزرگی علم ظاہر ہوتی ہے! فی الواقع یہ فتوے کی عمارت کی بنیاد اور دیواریں ہیں، ان میں سے اگر ایک بات بھی نہ ہوئی یا کسی اور وجہ میں ہی کمی ہوئی تو اتنی کمی خود مفتی میں بھی رہ جائے گی۔ نیت تو جڑ ہے، ستون ہے، روح عمل ہے، باقی باتوں کی پیشوا ہے۔ تمام اعمال اسی کے تابع ہیں، یہ خراب تو سارا عمل باطل یہ اچھی تو سارا عمل درست ہے۔ یہی توفیق کو کھینچ لاتی ہے، اسی کے نہ ہونے سے توفیق چھن جاتی ہے، اسی کی کمی بیشی دنیا و آخرت کی کمی بیشی ہے۔ بہت سے ایسے مفتی بھی ہیں جن کی نیت رضائے الہی ہوتی ہے اور بہت سے ایسے بھی ہیں جو طمع دنیا میں پڑ جاتے ہیں۔ فتوے تو دونوں دیتے ہیں لیکن ان کے مرتبوں میں مشرق

⑤..... چوتھی قسم اُن لوگوں کی ہے جنہیں علم ہو علم نہ ہو، علم علم کی زینت، رونق اور جمال ہے۔ طیش، جلد بازی، تیزی، عجلت، غیر مستقل مزاجی یہ سب چیزیں علم کے خلاف ہیں۔

بدوی لوگوں کی سخت گیری، بے علموں کی نقالی، غصے والوں کی غضب ناکی، جہالت والوں کا شور و غوغا اس علم کے پہاڑ کو ہلانے لگتا۔ یہ اپنے نفس کا مالک رہتا ہے انجام پر نظریں رکھتا ہے اور علم سے ہی خیر صلح پر جم جاتا ہے اور شر و فساد سے پرہیز کر لیتا ہے۔ خدا داد علم سے نیکی معلوم کر لیتا ہے اور علم سے اس پر جم جاتا ہے۔ تمہیں ایسے لوگ مل جائیں گے جو خیر و شر کو جانتے ہوں لیکن خیر پر جمنے اور شر سے رکنے کی انہیں توفیق نہ ہو۔ ایسے بھی مل جائیں گے جو مشقنوں پر صبر کر لیں اور علم سے کورے ہوں۔ ایسے بھی ملیں گے جن میں نہ صبر ہو نہ علم لیکن ان دونوں چیزوں کے جامع جن میں علم اور علم دونوں ہوں بہت ہی کم ملیں گے۔ جب آپ کو کوئی ایسا شخص مل جائے تو یقین کر لیں کہ حقیقی مرشد وہی ہے، ہدایت اور حق کا پیٹھوا وہی ہے اس کی اقتدا میں لگ جائیں۔ رہا وقار اور سکینت یہ دونوں چیزیں علم کا پھل اور اس کا نتیجہ ہیں۔

#### فائدہ ⑧:

فتوؤں کے متعلق حضرت امام احمد رحمہ اللہ کے زیریں اقوال مذکورہ اقوال کے علاوہ حضرت امام صاحب کے مندرجہ ذیل اقوال بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ آپ فرماتے ہیں مفتی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بسلسلہ قرآن اسباب نزول کا عالم ہو، حدیث کی سندوں کا جاننے والا ہو، سنتوں کا جاننے والا ہو۔

فرماتے ہیں جو شخص کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا واقف نہ ہو اسے فتوے دینا جائز نہیں۔ نیز فرمایا: مفتی کے لیے سلف صالحین علماء کے اقوال کا علم بھی ضروری ہے ورنہ اسے فتویٰ نویسی نہیں کرنی چاہیے۔ مزید فرمایا کہ انسان پر واجب ہے کہ جس جس امر میں لوگوں نے کلام کیا ہے اس کا علم حاصل کرے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کسی شخص کو طلاق وغیرہ کا مسئلہ دریافت کرنا ہے اس کے شہر میں اہل راء بھی ہیں اور اہل الحدیث بھی لیکن اہل الحدیث ایسے ہیں جو صحیح ضعیف حدیث کی پوری تمیز نہیں کر سکتے اس صورت میں وہ مسئلہ کس سے پوچھے؟

آپ فرماتے ہیں کہ باوجود علم کی اس ظاہری کمی کے اسے اہل الحدیث سے ہی مسئلہ پوچھنا چاہیے، اہل راء سے پھر بھی نہ پوچھے، میرے نزدیک تو ضعیف حدیث بھی راء سے بہت بہتر ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک لاکھ حدیثیں جسے یاد ہوں کیا وہ فقیہ ہے؟ فرمایا نہیں کہا دو لاکھ؟ فرمایا نہیں؟ کہا گیا چار لاکھ؟ تو آپ نے اپنے ہاتھ ہلا کر اشارہ کیا خود امام احمد رحمہ اللہ کو چھ لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔

آپ سے سوال ہوا کہ جس کے پاس کتابیں ہوں ان میں احادیث بھی ہوں، اقوال صحابہ اور تابعین بھی ہوں لیکن اس شخص کا علم اس پائے کا نہ ہو کہ حدیث ضعیف و متروک اور صحیح السنہ کی تمیز کر سکے تو آیا اسے یہ حق حاصل ہے کہ جس پر چاہے عمل کرے اور اختیار کرے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اسے چاہیے کہ علماء سے تشفی کر کے حدیث پر عمل کرے اور فتویٰ دے۔ ایک مرتبہ سوال ہوا تو ناراض ہو کر فرمایا کہ ان نئے نئے سوالوں سے ہمیں تو الگ تھلگ ہی رہنے دو۔ اکثر اختلافی مسائل جب آپ سے پوچھے جاتے تو صاف فرمادیتے کہ مجھے ان کا علم نہیں۔ فرماتے ہیں ابن عیینہ جیسا اور کوئی شخص میری نظر سے نہیں گزرا، انہیں بالکل آسان تھا کہ کچھ نہ کچھ فرمادیں، میں نہیں جانتا، اور علماء سے پوچھ لو۔ آپ سے ابو داؤد نے کہا کہ امام مالک کی نسبت اوزاعی کے تابعدار زیادہ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا سنو ان میں سے کسی کی تقلید اپنے گلے میں نہ ڈالو جو کچھ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اسے لے لو، پھر تابعین سے جو وارد ہو۔ اس کے بعد انسان کو اختیار ہے۔

آپ سے سوال ہوا کہ اس حدیث کے مصداق کون ہیں کہ ”جہنم کی آگ پر تم میں سے سب سے زیادہ دلیر وہ ہے جو فتوے دینے میں سب سے زیادہ دلیر ہو“، تو فرمایا: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو وہ فتوے دیں جو سننے نہ ہوں۔ آپ سے سوال ہوا کہ ایک شخص علم حدیث اس قدر حاصل کرتا ہے صرف اتنا کہ سمجھ لیتا ہے کہ اسے نفع پہنچ جائے گا؟ آپ نے فرمایا کہ علم کے برابر اور کوئی چیز نہیں۔

آپ سے ایک مرتبہ کسی نے مسئلہ پوچھا فرمایا میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ پھر فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو شخص ہر مسئلے کے جواب کے لیے تیار نظر آئے سمجھ لو کہ وہ مجنون ہے۔



جب اس واقعے کا ذکر حاکم سے ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر مجھے پہلے سے یہ حدیث معلوم ہوتی تو میں اکثر فتوے نہ دیتا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کسی شہر میں ایک عالم ہے جس سے اختلافی مسائل پوچھے جاتے ہیں؟ فرمایا: جو کتاب وسنت کے مطابق ہوں ان کا فتوے دے جو نہ ہوں ان کے فتوے سے باز رہے۔ پوچھا گیا اس پر آپ کو کوئی خوف ہے؟ فرمایا نہیں۔ پوچھا گیا کہ اتحق بن راہویہ اور ابو عبیدہ اور مالک وغیرہ کے جو اقوال کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں ان کا دیکھنا آپ کے نزدیک کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا ہر نئی بات بدعت ہے ہاں کسی بحث تحقیص کے بعد کوئی اپنی تحقیق بیان کرتا ہو، سنے ہوئے فتوے بیان کرتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

پوچھا گیا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی کتاب غریب الحدیث کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: وہ ایسی چیز ہے جو اس نے اعراب قوم سے نقل کی ہے۔ سوال ہوا کہ یہ فوائد جن میں منکرات بھی شامل ہیں آپ کے نزدیک ان کا لکھنا کیسا ہے؟ جواب دیا کہ منکر ہمیشہ کے لیے ناقابل انکار ہی ہے۔

#### فائدہ (۱۹):

دراصل یہ مقام (یعنی فتویٰ دینا) سخت خطرناک ہے انسان کو سوچ سمجھ کر زبان کھولنی چاہیے۔ اگر اس نے جھوٹ کہا یا بے علمی سے کہا تو دونوں صورتوں میں خدا اور رسول ﷺ پر تہمت باندھنے والا ہو جائے گا، گناہ اور زیادتی پر مدگار بنے گا۔ اس کے برعکس جب صحیح اور علم سے کہے گا تو بے شک نیکی کا مدگار بنے گا اب جو چاہے بنے۔ اللہ سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے۔ ہمارے استاذ رحمۃ اللہ علیہ اس سے بہت پرہیز کرتے تھے، میں نے ایک مرتبہ ان کی مجلس میں کسی مفتی یا کسی مذہب پر کچھ بتلادیا تھا تو سخت غضب ناک ہوئے، مجھے سخت ڈانٹا کہ تجھے اس سے کیا واسطہ؟ اسے چھوڑ دو۔ میں سمجھ گیا کہ آپ کا مقصد یہ ہے کہ اس کا بوجھ اور اس کے مفتی کا بوجھ اپنے سر کیوں دھرتا ہے؟ پھر میں نے بعینہ وہی مسئلہ خود امام صاحب کے لفظوں میں دیکھا آپ سے سوال ہوا کہ اگر ایک انسان کسی سائل کو بتلائے کہ فلاں عالم سے یہ مسئلہ پوچھ لو تو کیا یہ ٹھیک ہے؟ فرمایا: اگر اُس عالم کے بارے میں علم ہے کہ قرآن اور حدیث رسول سے فتویٰ دیتا ہے اور حدیث پر عمل کرتا ہے تو اُس کی طرف رہنمائی

کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ پھر پوچھا گیا کہ اگر اس کا عقیدہ اور عمل بھی ہو پھر بھی اس کا ہر قول تو درست نہیں ہوتا؟ آپ نے فرمایا کہ کون ہے جس کا ہر قول ٹھیک ہی ہو؟

سوال ہوا کہ اچھا امام مالک کی رائے کے ماننے کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ جواب دیا کہ ہرگز ہرگز کسی کی تقلید نہ کرو۔ میں کہتا ہوں حضرت امام احمد عموماً فرما دیا کرتے تھے کہ اہل مدینہ سے پوچھ لو، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لو، امام اسحاق سے پوچھ لو۔ الغرض ان حضرات سے فتویٰ پوچھ لینے میں آپ نے کبھی انکار نہیں کیا اور اسی طرح آپ نے کبھی بھی رائے قیاس کے پابند اور مخالف سنت لوگوں سے فتویٰ پوچھ لینے کو جائز نہیں کہا واللہ التوفیق

ہمارے اس زمانے کے مفتیوں کے تو کچھ ڈھنگ ہی نرالے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت ربیعہ بن عبد الرحمن کو روتے دیکھ کر کسی نے سبب دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ ان بے علم مفتیوں نے اسلام میں جو رخنے ڈالنے شروع کئے ہیں اس کا رونا رورہا ہوں۔ واللہ یہاں کے بعض مفتی چوروں سے زیادہ جیل خانے کے مستحق ہیں۔ آہ امام ربیعہ زندہ ہوتے اور مفتیوں کو دیکھتے جو جہالت، قرآن و حدیث سے بے علمی، خبث باطن ظاہر کی عدم درستی اور سلف کے فقدان کے باوجود مفتی بن بیٹھے ہیں اور جاویدجا، حق ناحق ان کا قلم اور زبان چلتی رہتی ہے۔ جو پوچھو جھوٹ سے جواب دے دیتے ہیں، فتویٰ نوہی کے حرص میں بڑے بن بیٹھے ہیں، اپنے تئیں تو لیتے رہتے ہیں اور غلط ملط جو چاہا بک دیا کرتے ہیں۔ مانا کہ اتفاقہ طور پر ان کا کوئی فتویٰ صحیح بھی نکل آتا ہے لیکن ہیں یہ ایسے ہی جیسے شاعر کہتا ہے کہ فتویٰ دینے کے لیے آستینیں چڑھا رکھی ہیں حالانکہ اہلیت اور قابلیت سے کوسوں دور ہیں۔

ان میں سے ہر ایک کا واقعہ بزبان امام ابو محمد بن حزم یہ ہے، فرماتے ہیں: ”ہمارے یہاں ایک ایسا ہی کم علم مفتی تھا جب اس کے پاس کوئی سوال لے جایا جاتا تو کہتا کسی سے جواب لکھو والاؤں میں بھی دستخط کر دوں گا۔ وہ بے چارہ جاتا کسی سے جواب لکھوالاتا، اس کے نیچے یہ جاہل بھی لکھ دیتا کہ شیخ نے جو جواب دیا ہے وہ ٹھیک ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دو مفتیوں نے اس کے دو مختلف جواب لکھے، اس احمق نے اپنی

پرانی عادت کے مطابق دونوں فتوؤں پر لکھ دیا کہ میرا جواب بھی ان ہی دونوں استاذوں کے مطابق ہے۔ تو اس سے کہا گیا کہ ان فتوؤں میں تو تناقض ہے یہ تو باہمی اختلاف کرتے ہیں تو اس علم کے تھیلے نے جواب دیا کہ جیسے وہ اس میں اختلاف کرتے ہیں میں بھی کرتا ہوں۔

الغرض کئی جاہل اور ہوا پرست، عاقبت نااندیش اور مفاد پرست علماء کے روپ میں گھومتے پھرتے ہیں، علمائے حق کی شان گھٹاتے ہیں، لوگوں کو زک پر پہنچاتے ہیں اور یہ سچ ہے جس طرح کسی شاعر نے کہا ہے کہ گدھے پر اگر ریشمی جھول بھی ڈال دو تو بھی لوگ اسے گدھا ہی کہیں گے۔ لوگ ان کی ظاہری شکل و صورت دیکھ کر ان سے سوالات کرتے ہیں ان کے علم و فضل کی وجہ سے کوئی ان سے نہیں پوچھتا۔ چوں کہ سرکاری طور پر کسی عہدے پر پہنچ جاتے ہیں عوام کو ان کی طرف جھکنا پڑتا ہے حقیقی قابلیت ان میں بالکل ہی نہیں ہوتی۔ چند اوباشوں کو اپنے گرد دیکھ کر چند جاہلوں سے بیٹھک سجا کر ان میں یہ جتنے لگتے ہیں اور پھر ہر کہہ و مہ کے سامنے ذرا بننے تننے لگتے ہیں، احکام خداوندی کو توڑنے مروڑنے لگتے ہیں، لوگوں کو تنگ کر دیتے ہیں، ناقابلیت کے باوجود اعلیٰ عہدوں پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگ خدا اور اس کے دوستوں کے نزدیک بہت برے لوگ ہیں ایسوں کے فتوے قبولیت کے قابل نہیں، ان کا فیصلہ ماننے کے لائق نہیں۔ دین اسلام کا حکم یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو برباد کرنا چاہتا ہو تو ہماری دعا ہے کہ انہی کا ستیاناس کرے۔

#### فائدہ (۲۵):

”مفتی کا یہ لکھنا کہ یہ حکم اسی طرح ہے“ اس کی دو صورتیں ہیں: اول تو یہ کہ اسے علم ہو کہ اوپر جو جواب لکھا گیا ہے وہ صحیح ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا علم نہ ہو۔ اگر علم ہے تو یوں لکھ سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اولیٰ کیا ہے؟ آیا یہی لکھ دینا یا یہ کہ مستقل جواب دینا چاہیے؟ اس میں تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ پہلا مفتی فتوے دینے کا اہل ہے یا نہیں؟ اگر نہ ہو تو یہ لکھ دینا کہ یہ فتویٰ اسی طرح ہے مطلقاً اولویت کے خلاف ہے، اس لیے اس میں اس فتویٰ کی تقریر (تائید) اور اثبات ہے اور اس میں پہلے مفتی کی اہلیت کی گواہی ہے۔ اہل علم تو ایسے فتوؤں کو ایسے نااہل مفتیوں کے منہ پر مار دیا

کرتے تھے اور اگر کسی فتنے کے خوف سے ایسا نہ کر سکتا ہو تو بھی اسے اس میں کچھ نہیں لکھنا چاہیے بلکہ سائل کو لوٹا دے گو اس میں بھی قدرے کمزوری ہے۔ ٹھیک بات یہ ہے کہ اس ورق میں اس جاہل مفتی کے خلاف لکھ دینا چاہیے، کیوں کہ اللہ و رسول ﷺ کے احکام کی خبر دینا اس کا حق ہے بخلاف اُس جاہل مفتی کے اس میں تو ایک طرح کا گھمنڈ اور بے پرواہی ہے۔ حق اللہ کی چیز ہے جسے زائل کر دینا اور دین اللہ کے مسئلے کو چھپا لینا کسی طرح جائز نہیں۔

حضرت امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی جنازے میں شامل ہوا اور لوگ وہاں خلاف شرع کام کریں جب کہ اسے انھیں روکنے کی قدرت طاقت نہ ہو تو اسے واپس نہیں لوٹ آنا چاہیے۔ البتہ اگر کسی کے ہاں شادی میں یا ولیسے کی دعوت میں بلوایا گیا ہو اور وہاں کوئی کام خلاف شرع دیکھے اور اسے مٹانے پر قادر نہ ہو تو بے شک وہاں سے اٹھ کر چلا آئے۔ میں نے اپنے شیخ سے اس سلسلے میں وضاحت چاہی تو فرمایا: اس لیے کہ جنازہ میت کا حق ہے، اس کا حق زندوں کے کسی کام کی وجہ سے مارا نہیں جاسکتا اور ولیسے کی دعوت میزبان کا حق ہے، اگر وہ وہاں کوئی برا کام کرے تو اس کا حق گر گیا اب اس دعوت کی قبولیت واجب نہیں رہی۔ چنانچہ اگر پہلا مفتی اپنے اندر فتویٰ دینے کی قابلیت رکھتا ہو تو ”یہ حکم اسی طرح ہے“ لکھنے والے کی دو حالتیں ہوں گی: ایک تو یہ کہ یہ جواب ٹھیک ہے اسے وہ جانتا ہے، یا نہیں جانتا۔ اگر نہ جانتا ہو تو صرف تقلید کی وجہ سے اسے یہ لکھنا ہرگز جائز نہیں اس لیے کہ ممکن ہے کہ اس نے غلطی کی ہو اور تنبیہ کے بعد رجوع کر لے اور وہ سمجھا جائے لیکن یہ دوسرا شخص اس کے جواب کی موافقت کرنے والا اس طرح معذور نہیں بلکہ یہ تو بغیر علم کے فتویٰ دینے والا ہے جس کا بوجھ اس کے ذمے ہے۔ یہ ان مفتیوں میں سے ہے جو بزبان رسول ﷺ جہنمی ہیں اور اگر وہ جانتا ہے کہ وہ ٹھیک ہے تو مسئلے کی دو حالتیں ہیں یا تو یہ کہ وہ بالکل ظاہر ہے جس کا ٹھیک ہونا مخفی نہیں اور تصحیح کرنے والے کی نسبت تقلید کا گمان نہیں کیا جاسکتا۔ یا یہ کہ مسئلہ باریک ہے اگر ظاہر ہے تو مطلق انہی لفظوں سے صحت کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔ کیوں کہ نیکی اور تقویٰ میں اعانت

اس میں بھی داخل ہے۔ اسے طرف داری کی طرح جائز نہیں کہ باپ اور بیٹے کو تو اور فتویٰ دے اور غیروں کو اور فتویٰ دے۔ ایسا کرنے سے تو اس کی عدالت میں دھبہ آجائے گا ہاں اگر یہاں کوئی شرعی وجہ ہو تو اور بات ہے۔ مثلاً کسی مسئلے میں جواز اور منع کے دو قول ہیں ایک قول لکھتا ہے ایک فتوے میں اور دوسرے فتوے میں دوسرا قول۔

**مفتی کا خود اپنے لیے فتویٰ:** اگر پوچھ چھا جائے کہ وہ اپنے تئیں بھی فتویٰ دے سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ ہاں دے سکتا ہے، جب غیروں کو دے سکتا ہے تو اپنے معاملہ میں کیوں نہیں دے سکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ تو اپنے دل سے فتویٰ پوچھ لے اگر تجھے فتویٰ دینے والے فتویٰ دیتے رہیں۔ ہاں اپنے لیے رخصت کا فتویٰ اور دوسرے کے لیے منع کا یہ جائز نہیں۔ اسی طرح دو قول والے مسئلے میں دوسروں کے لیے ممانعت کا قول اپنے لیے جواز کا قول بھی مباح اور ٹھیک نہیں جیسا کہ بعض اہل زمانہ مفتیوں کا شیوہ ہے کہ بیٹھا بیٹھا ہپ اور کرڑا کرڑا تھو تھو۔ [جاری ہے]



### جناب علی ارشد (فیصل آباد) کی وفات

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ کے قریبی گہرے دوست جناب علی ارشد (فیصل آباد) ۱۷ فروری ۲۰۰۹ء بروز منگل علی الصبح حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم علم دوست اور کتابوں کے شائق آدمی تھے۔ بڑی نادر اور نایاب کتب کی ایک بڑی لائبریری ان کے پاس مزین تھی۔ احباب سے ان کی مغفرت کے لیے دعا کی درخواست ہے۔ [محمد سلیم چنیوٹی]

### المجلس العلمی (مناظرہ کلاس) کا اجلاس

جامعہ اہل حدیث چوک داگراں لاہور میں المجلس العلمی (مناظرہ کلاس) کا ماہانہ اجلاس ۲۶ فروری ۲۰۰۹ء بروز جمعرات بعد نمازِ ظہر زیر صدارت مولانا محمد داؤد ارشد صاحب منعقد ہوگا۔ [شہادت طور فیچر تنظیم اہل حدیث لاہور]

ہے، مفتی اول کی رسائی پر شہادت ہے نیز تکبر و حمیت سے براءت۔ اگر مسئلہ باریک ہے جس میں گمان ہو سکتا ہے کہ اس نے تقلیدی طور پر اس کی موافقت کی ہے تو اسے اپنے جواب میں وضاحت کرنی اور اشکال کو واضح کر دینا ضروری ہے۔ یا مزید وضاحت کرنا، کسی قید اور شرط کا بیان کر دینا یا کسی بھولے ہوئے امر پر تنبیہ کر دینا اور مستقل جواب دینا اولیٰ ہے۔ اگر ممکن ہی نہ ہو تو چاہے تو اسی طرح کر دے چاہے مستقل جواب دے۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ جب مفتی اول کو دوسرے کی تقلید میں فتویٰ لکھنا جائز ہوا تو اس دوسرے مفتی کو اس کی تقلید جائز کیوں نہیں؟ اس کا جواب کئی طرح پر ہے ایک تو یہ کہ ہم تو پہلے مفتی پر بھی وہی کلام کرتے ہیں جو اس دوسرے پر ہے۔ چنانچہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کو بغیر علم کے فتوے دینا حلال نہیں اس پر اجماع ہے، اس کا پورا بیان ہم تفصیل وار لکھ آئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ مان لو کہ مفتی اول کو ضرورتاً تقلیدی طور پر فتویٰ دینا جائز بھی ہو جائے لیکن اس دوسرے کو اس تکلف کی اور اس تقلید کی کوئی ضرورت نہیں یہ تو ضعیف پر ضعیف کی بنا کرنا ہے جو مطلقاً جائز نہیں۔ جیسے کہ شہادت اور جیسے کہ تیم پر جرابوں کا مسح کرنا وغیرہ وغیرہ۔ تیسرے یہ کہ اگر اسی جائز مان لیا جائے تو پھر دنیا میں کون ہے جو مفتی نہ بن جائے ہر ایک اسی طرح فتوے پر بطور تقلید لکھ سکتا ہے کہ یہ مسئلہ اسی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق خیر دے۔

### فائدہ (۲۱):

مفتی کو جائز ہے کہ اپنے باپ کو بیٹے کو شریک اور ساتھی نیز انہیں بھی فتویٰ دے جن کے بارے میں اس کی شہادت قبول نہیں۔ گویا ان کے بارے میں اس کا فیصلہ بھی نا معتبر ہو۔ ان دونوں باتوں میں فرق یہ ہے کہ فتویٰ تو روایت کے قائم مقام ہے وہ ایک عام حکم ہے بخلاف شہادت اور حکم کے کہ وہ اس کے لیے مخصوص ہے جس کے مطابق گواہی دی ہے یا جس کے بارے میں حکم سنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ راوی جس حدیث کو روایت کرتا ہے اس کے حکم میں داخل ہے اور جو فتویٰ دیتا ہے

# کتاب الآثار کیا پہلی صحیح کتاب ہے؟ ③

مولانا ارشاد الحق اثری

روایات لکھوائیں اور انھوں نے لکھ لیں۔ اس سے آپ اندازہ کیجیے کہ امام ابوحنیفہ کے ہاں امام مالک کی کیا قدر و منزلت تھی۔ وہ خود پوچھتے ہیں کہ امام مالک سے بھی کچھ لکھا؟ جب بتلایا گیا کہ جی ہاں، تو بڑے اشتیاق سے انھیں قلم بند کیا۔ مگر دیکھا آپ نے کہ اس کی تغلیط و تردید کے لیے علامہ کوثری نے ایسی کہانی بنائی جس کا اصل کہانی میں کوئی اشارہ تک نہیں۔ اسی طرح علامہ ذہبی نے التذکرہ میں اشہب بن عبد العزیز کا یہ بیان نقل کیا ہے:

”رأيت ابا حنيفة بين يدي مالك كالصبي بين

يدي ابيه۔“ [التذکرہ، ج: ۱، ص: ۲۰۹]

”میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو امام مالک کے سامنے اس طرح دیکھا جس طرح بچہ اپنے باپ کے سامنے ہو۔“

یہ واقعہ علامہ شبلی نے سیرۃ النعمان میں اور علامہ سید سلیمان ندوی نے حیات امام مالک میں بھی ذکر کیا ہے۔ علامہ کوثری نے اقوام المسالک میں اس کے بارے میں فرمایا: ”اشہب کا سن ولادت حسب بیان ابن یونس ۱۴۵ھ ہے اور اس عمر کے بچے کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ مصر سے مدینہ طیبہ جائے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو امام مالک کے یہاں دیکھ سکے۔“

یہی بات علامہ کوثری کے حوالے سے مولانا نعمانی نے ابن ماجہ اور علم حدیث ص: ۱۶۲ میں کہی ہے۔ حالانکہ اشہب بن عبد العزیز کا سن ولادت ۱۴۰ھ ہے، ۱۴۵ھ نہیں۔ جیسا کہ الثقات لابن حبان [ج: ۸، ص: ۱۳۶] میں ہے۔ یہی بات علامہ ابن عبد البر نے الانقاء ص: ۹۷ میں کہی ہے کہ ”ولد سنة اربعين“ اشہب ۱۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اور یہی کچھ انھوں نے ترتیب المدارک [ج: ۱، ص: ۴۵۲] میں فرمایا ہے۔

امام ابراہیم کا اسی ناطے کا ذکر اگر علامہ قرشی نے الجواہر المصیہ فی طبقات الحنفیہ میں کیا تو قاضی عیاض نے بھی ترتیب المدارک [ج: ۱، ص: ۲۵۶] میں انھیں امام مالک کا تلمیذ رشید قرار دیا ہے۔ امام ابراہیم کے اس بیان کی سند بھی ثقہ و صدوق راویوں پر مشتمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ کوثری اس کی سند پر تو کوئی کلام نہ کر سکے لیکن اس کے انکار کی جو سبیل انھوں نے نکالی وہ انہی کے الفاظ میں پڑھیں، لکھتے ہیں:

”وأما ما ذكره ابن أبي حاتم في مقدمة الجرح

والتعديل من أن أبا حنيفة كان يطلع على كتب

أبي حنيفة فيحدث فيه أن مالكا لم يؤلف شيئا

قبل الموطأ وكان تأليفه للموطأ في أواخر عهد

المنصور العباسي بعد وفاة أبي حنيفة۔“

[اقوام المسالک]

یہی بات علامہ کوثری نے علامہ ابن عبد البر کی کتاب ”الانتقاء فی فضائل الائمة الثلاثة الفقهاء“ کے حواشی میں کہی اور جب یہی کتاب شیخ ابوعدہ مرحوم کی تحقیق و مراجعت سے شائع ہوئی تو انھوں نے بھی اس کے حاشیہ، ص: ۴۴ میں اسے علامہ کوثری کے حوالے سے نقل کر دیا۔

مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ امام ابراہیم رحمہ اللہ کے مذکورۃ الصدر بیان میں موطا امام مالک رحمہ اللہ کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ امام مالک حدیث کا درس موطا کی تالیف سے پہلے بھی دیتے تھے اور تلامذہ ان سے مستفیض ہوتے تھے۔ امام ابراہیم نے امام مالک کی مرویات کو قلم بند کیا، کوفہ تشریف لے گئے تو امام ابوحنیفہ نے دیگر شیوخ مدینہ کی بجائے امام مالک کی مرویات کے بارے میں اشتیاق کا اظہار کیا۔ امام ابراہیم نے وہ

کے الفاظ ہیں:

”فهذا يدل على حسن أدب أبي حنيفة وتواضعه مع كونه أسن من مالك بثلاث عشر سنة۔“

[التذکرہ]

”یہ واقعہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حسن ادب اور ان کی تواضع پر دلالت کرتا ہے۔ حالانکہ وہ عمر میں امام مالک رحمہ اللہ سے ۱۳ سال بڑے تھے۔“

مگر غور فرمائیے علامہ کوثری نے ایک غلط حوالے کے سہارے اس قصہ کی تاریخی اعتبار سے تردید کر دی۔

یہاں یہ بات بھی یقیناً دلچسپی کا باعث ہوگی کہ علامہ عبدالرحمن المعلمی نے التذکرہ کے حاشیہ میں فرمایا ہے کہ ”یہ واقعہ درست نہیں کیوں کہ امام ابوحنیفہ کی وفات کے وقت اشہب کی عمر پانچ سال تھی۔ صحیح یہ ہے کہ میں نے محمد بن حسن صاحب ابی حنیفہ کو امام مالک کے پاس دیکھا۔“ بلکہ علامہ البانی نے بھی اشہب کی پیدائش ۱۴۵ ہی لکھی ہے۔

[حاشیہ التتکیل، ص: ۱۸۵]

لیکن یہاں علامہ المعلمی اور علامہ البانی کو بھی تہذیب میں اشہب کے سن پیدائش ”۱۴۵“ سے غلطی لگی تھی تو وہ امام صاحب کی وفات پر ان کی عمر پانچ سال بتلا رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بات ہی بجائے خود غلط ہے کہ اشہب ”۱۴۵“ میں پیدا ہوئے جیسا کہ ابھی ہم باحوالہ ذکر کر آئے ہیں۔ یہاں علامہ ابو نعیم کی ہوشیاری بھی دیکھئے کہ وہ الانتقاء کے حواشی میں علامہ المعلمی کے حوالے سے اشہب کے سن پیدائش کے بارے میں تو نقل کرتے ہیں۔ مگر یہی بات پہلے علامہ کوثری نے کہی مگر ان کا وہ نام لینا گوارا نہیں کرتے، آخر کیوں؟ کیا وہ علامہ کوثری کے اس موقف سے بے خبر تھے؟ ہرگز نہیں۔

البتہ علامہ کوثری نے الانتقاء کے حواشی میں کہا ہے کہ ”اشہب امام ابوحنیفہ کی وفات کے وقت دس سال کے تھے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے آخری ایام میں امام مالک سے نہیں ملے۔ ان کی ملاقات ۱۴۶ھ سے پہلے ہوئی جب امام مالک بلند مرتبہ کو نہیں پہنچے تھے، اور امام مالک

بلکہ علامہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان [ج: ۱، ص: ۲۴۹، ۲۵۰] میں ابن یونس ہی سے ان کی پیدائش ۱۴۰ھ میں نقل کی ہے۔ حافظ ذہبی وغیرہ نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔ ملاحظہ ہو العبر [ج: ۱، ص: ۳۳۵]، تاریخ الاسلام [ج: ۱۲، ص: ۶۲]، سیر اعلام النبلاء [ج: ۹، ص: ۵۰۱]، نیز شذرات الذہب [ج: ۲، ص: ۱۲]، حسن المحاضرة [ج: ۱، ص: ۱۲۲]، التہذیب للمزنی [ج: ۲، ص: ۲۹۴]، اکمال تہذیب الکمال [ج: ۲، ص: ۲۴۶]، خلاصۃ تہذیب الکمال [ج: ۱، ص: ۱۱۷]

دراصل تہذیب التہذیب [ج: ۱، ص: ۳۶۰] میں حروف میں ان کی پیدائش ”۱۴۵ھ“ لکھی ہوئی ہے جس سے انھیں غلطی لگی۔ مگر قابل غور بات تو یہ ہے کہ تہذیب کے علاوہ الانتقاء، ترتیب المداہک تو ان کے سامنے تھیں۔ دوسرے مراجع سے بھی وہ غافل نہ تھے۔ مگر بات کی تغلیط کرنا تھی اس لیے تہذیب کا سہارا ناگزیر تھا۔ تقریب التہذیب جو تہذیب ہی کا اختصار ہے اس سے بھی یہ غلط فہمی دور ہو سکتی تھی جس میں لکھا ”مات سنة اربع وهو ابن اربعین وستین سنة“ کہ وہ ۲۰۴ میں فوت ہوئے جب کہ ان کی عمر ۶۴ سال تھی۔ نتیجہ واضح ہے کہ یوں ان کا سن پیدائش ۱۴۰ھ ہی بنتا ہے۔

علاوہ ازیں اس بات سے بھی وہ غالباً بے خبر نہیں کہ تہذیب کے نسخہ میں اس قسم کی طباعتی و دیگر غلطی پائی جاتی ہیں۔ بقیہ بن ولید کی پیدائش ”۱۱۵ھ“ میں لکھی ہوئی ہے جب کہ صحیح ۱۱۰ھ ہے۔ حارث بن مسکین کی پیدائش ”۲۲۵ھ“ میں لکھی ہوئی ہے۔ حالانکہ وہ ۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ بالکل اسی طرح اشہب کے ترجمہ میں بھی ۱۴۰ھ کی بجائے ۱۴۵ھ غلط طبع ہوا ہے۔ لہذا جب اشہب ۱۴۰ھ میں پیدا ہوئے، ۶۵ سال کی عمر میں مدینہ طیبہ آئے ہوں تو اس میں کوئی امر مستبعد نہیں۔ محدثین کرام کے ہاں تو سن شعور میں بچے کا سماع صحیح ہے گو وہ پانچ سال سے کم کا ہی کیوں نہ ہو۔ امام ابو محمد اصیہانی پانچ سال کے تھے کہ انھوں نے قرآن مجید یاد کر لیا تھا اور چار سال کے تھے جب وہ ابو بکر المقری کے ہاں سماع حدیث کے لیے حاضر ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ذہبی جیسے ناقد رجال نے بھی اس کی تردید نہیں بلکہ تصدیق و تائید کی ہے، ان

مؤدب الاطفال نہ تھے۔“ [حاشیہ الانقاء، ص: ۴۳، ۴۴]

قابل غور بات ہے کہ جب شیخ ابوعدہ کے نزدیک بھی امام ابوحنیفہ کی وفات کے وقت اشہب کی عمر دس سال تھی تو پھر علامہ اعلیٰ سے اشہب کی پیدائش ۱۴۵ھ میں نقل کرنا چہ معنی دارد؟ وہ یہی بات اپنے شیخ علامہ کوثری سے بھی نقل کیوں نہیں کرتے؟ محض اس لیے کہ اس کی اگر تردید ہو تو علامہ کوثری پر اس حوالے سے تنقید نہ ہو۔

امام مالک کی بلندی مرتبت بلاشبہ ان کے دور ابتلاء کے بعد جاگر ہوتی چلی گئی۔ یہ ابتدائی دور ۱۴۶ھ میں آیا لیکن کیا اس سے پہلے امام مالک کی قدر و منزلت کی کوئی پہچان نہ تھی؟ حالاں کہ امام مالک ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اپنے استاد امام نافع کی زندگی میں مسند افتاء پر سرفراز ہوئے۔ امام نافع ۱۱۷ھ میں فوت ہوئے۔ ایوب سختیانی کا بیان ہے کہ میں امام نافع کی زندگی میں مدینہ طیبہ گیا تب امام مالک کا اپنا حلقہ درس تھا۔ بلکہ مصعب تو فرماتے ہیں کہ امام مالک کا حلقہ امام نافع سے بڑا تھا۔ امام سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ امام مالک سترہ سال کے تھے کہ مسند درس پر مسند نشین ہوئے۔ اور خود امام مالک فرماتے ہیں کہ جب مجھے ستر شیوخ نے فرمایا کہ آپ درس و افتاء کے اہل ہیں تب میں نے درس دینا شروع کیا۔ [ترتیب المدارک، ج: ۱، ص: ۱۲۵، ۱۲۶]

خود علامہ ابوعدہ نے نقل کیا ہے امام ابوحنیفہ سے علمائے مدینہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا ”الغلام الایض المحمر یرید مالکاً“ سرخ و سفید رنگ کا ”غلام“ اس سے ان کی مراد امام مالک تھے۔ [حاشیہ الانقاء، ص: ۴۳، نیز ترتیب المدارک، ج: ۱، ص: ۱۲۹]

اس لیے یہ کہنا کہ امام مالک کو شہرت ان کے دور ابتلاء کے بعد حاصل ہوئی اور امام ابوحنیفہ کی ان سے ملاقات امام مالک کے علو مرتبت (قبل ان یاخذ شانہ) سے پہلے تھی، درست نہیں۔ ۱۴۶ھ سے پہلے دونوں بزرگوں کی ملاقات ایک حقیقت ہے مگر یہ کہنا کہ امام مالک کی شہرت اور بلندی مرتبت اس کے بعد ہوئی بہر نوع غلط ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ امام مالک مؤدب اطفال نہ تھے محض دل کی تسلی کا سامان ہے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ اشہب نے صغریٰ میں جب دونوں

کا اجتماع دیکھا تو وہ بھی امام مالک کے سامنے دوزانو بیٹھے تھے اور درس کی سماعت کر رہے تھے؟

ہماری ان گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ علامہ کوثری بے بنیاد اقوال کی بنیاد پر امام مالک کو امام ابوحنیفہ سے مستفید ہونے کا تاثر تو بڑے شد و مد سے بیان کرتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہ کے بارے میں وہ یہ گوارا نہیں کرتے کہ ان کا بھی امام مالک سے مستفید ہونا تسلیم کیا جائے۔

آگے بڑھنے سے پہلے ہم اشہب کے بیان کے حوالے سے مزید یہ عرض کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ مولانا نعمانی نے فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن (۵۵) حج کیے تھے۔ [ابن ماجہ اور علم حدیث، ص: ۱۶۰] بلاشبہ یہ بہت بڑا اعزاز ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندے کو عطا فرمایا ہے۔ امام ابن عیینہ نے ستر حج کیے تھے۔ [السیر وغیرہ] اور یہ بات بھی نعمانی صاحب مرحوم کے ہاں مسلم ہے کہ امام صاحب نے پہلا حج ۹۶ھ میں کیا تھا۔ [حاشیہ مقدمہ کتاب التعلیم، ص: ۳۶ وغیرہ]

قابل غور بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے جب پہلا حج ۹۶ھ میں کیا جب کہ ان کی عمر سولہ سال کی تھی۔ تو اس کے بعد ہر سال آپ حج پر گئے ہوں تو پھر بھی ۵۵ کی تعداد پوری نہیں ہوتی۔ شعبان ۱۵۰ھ میں ان کا انتقال ہوتا ہے اس اعتبار سے ان کے حج کی تعداد ۵۴ ہے ۵۵ نہیں ممکن ہے تعلیاً راوی نے ۵۵ کہا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں ۵۴ یا ۵۵ حج کی سعادت بخشی۔ راوی کا اگر یہ بیان صحیح ہے تو یقیناً اور واقعی بڑی سعادت ہے۔ مگر ہمارا سوال یہ ہے کہ جب ان کی یہ فضیلت ثابت ہے تو کیا ۱۴۶ھ کے بعد حج کے ساتھ مدینہ طیبہ بھی جاتے تھے یا نہیں؟ حج بیت اللہ کے لیے جائیں اور مدینہ طیبہ نہ جائیں تو یہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ”جفا“ کے زمرہ میں تو نہیں جاتا؟ کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں؟ مدینہ طیبہ بھی گئے ہیں تو امام مالک سے ملاقات کا انکار محض مجادلہ ہے۔ اور پھر ان آخری سالوں میں اشہب کی مدینہ طیبہ میں موجودگی پر اعتراض میں کون سی معقولیت رہ جاتی ہے؟

## امام ابوحنیفہ کی امام مالک سے روایت:

قاضی عیاض مالکی نے ہی ترتیب المدا رک [ج: ۱، ص: ۱۴۳، ۲۵۷] میں نہیں بلکہ موفق حنفی اور انکروری حنفی جنہوں نے امام ابوحنیفہ کے مناقب پر کتابیں لکھی ہیں انہوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے امام مالک سے روایت لی ہے۔

[المنقب للموفق، ج: ۱، ص: ۵۰۰۔ وللکوردی، ج: ۱، ص: ۸۶] علامہ ابن عبدالبر نے الانتقاء [ص: ۴۱] میں، علامہ ذہبی نے السیر [ج: ۸، ص: ۵۲] میں، علامہ ابن فرحون نے الدبیان المذہب [ص: ۳۰] میں، علامہ عینی نے عمدۃ القاری [ج: ۱، ص: ۳۷] میں امام صاحب کو امام مالک کا تلمیذ بتلایا ہے۔ علامہ کشمیری فرماتے ہیں:

عندی ثلاثة أحادیث رواها أبوحنیفه عن مالک وقال علاء الدین مغلطائی الحنفی روی أبوحنیفه عن مالک بلا ریب۔ [العرف الشدی، ص: ۳۸۹]

کہ میرے پاس تین احادیث ہیں جنہیں امام صاحب امام مالک سے روایت کرتے ہیں۔ اور علامہ مغلطائی حنفی نے کہا ہے کہ بلا ریب امام ابوحنیفہ امام مالک سے روایت کرتے ہیں۔

امام صاحب کا امام ابراہیم بن طہمان سے امام مالک کی روایت کا نقل کرنا پہلے ذکر ہوا مگر آپ پڑھ آئے ہیں یہ علامہ کوثری کو قطعاً گوارا نہیں۔ اسی طرح امام مالک سے روایت لینا بھی ان کے ہاں قابل برداشت نہیں۔ اس کے لیے انہوں نے مستقل رسالہ ”اقوال المسالک فی بحث رواۃ مالک عن ابی حنیفہ وروایۃ ابی حنیفہ عن مالک“ لکھا جو ان کے رسالہ احقاق الحق کے آخر میں مطبوع ہے۔

علامہ ابن الصلاح نے اپنے مقدمہ میں فرمایا تھا کہ سب سے اجل سند ”شافعی عن مالک عن نافع عن ابن عمر“ ہے۔ جس پر علامہ مغلطائی حنفی نے اعتراض کیا کہ جلالت شان کے اعتبار سے یہ بات درست ہے مگر اس میں بھی اعتراض ہے کہ اجل سند ”ابوحنیفہ عن مالک“ ہے جیسا کہ امام دارقطنی نے ذکر کیا ہے۔

[اصلاح کتاب ابن الصلاح، ج: ۲، ص: ۵۲]

علامہ عراقی نے تو اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ یہ اعتراض درست نہیں، امام دارقطنی نے یہ روایت کتاب المدبج میں ذکر کی ہے لیکن وہ ”مالک عن نافع عن ابن عمر“ کی سند سے نہیں بلکہ ایک اور سند سے ہے جب کہ بحث ”مالک عن نافع عن ابن عمر“ کی سند سے روایت میں ہے۔ [التقید والایضاح، ص: ۲۳]

غور فرمائیے یہ دونوں حضرات ”ابوحنیفہ عن مالک“ کی روایت کو تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ علامہ مغلطائی اسے ”اجل الاسانید“ قرار دیتے ہیں اور علامہ عراقی صاف یہ فرماتے ہیں کہ جس روایت کی بنیاد پر یہ کہا گیا وہ مالک عن نافع کی سند سے نہیں اس لیے یہ اجل الاسانید نہیں جیسا کہ علامہ مغلطائی کا خیال ہے۔ گویا علامہ عراقی نے ”ابوحنیفہ عن مالک“ کا انکار نہیں کیا بلکہ ”ابوحنیفہ عن مالک عن نافع“ کی سند کا انکار کیا ہے۔

مگر حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام دارقطنی نے اور ان کے بعد خطیب بغدادی نے دو مختلف اسناد سے دو روایتیں ذکر کی ہیں اور ان دونوں کی صحت میں کلام ہے۔ دارقطنی اور خطیب نے ان کتابوں میں صحت کا التزام نہیں کیا۔ اگر ان کا ثبوت تسلیم بھی کیا جائے تو بھی مغلطائی کا اعتراض درست نہیں کیوں کہ جو مذکرہ کی صورت میں ایک دو احادیث روایت کرتا ہے اسے اس راوی پر کیوں کرفضیت ہو سکتی ہے جس نے ہزاروں روایتیں بیان کی ہوں۔ [الکت، ج: ۱، ص: ۲۶۳]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام دارقطنی اور خطیب کی بیان کی ہوئی روایت کو ضعیف قرار دے کر فرمایا ہے کہ اگر اس کا ثبوت ہے تو یہ بطور مذاکرہ امام ابوحنیفہ نے امام مالک سے سنی ہیں۔ باقاعدہ مجلس سماع میں نہیں۔ امام شافعی نے امام مالک سے باقاعدہ سماع کیا ہے اور ہزاروں روایات ان سے سنی ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ عمران بن عبد الرحیم الأصفہانی حدثنا بکار بن الحسن حدثنا إسماعیل بن حماد بن أبی حنیفہ عن أبیہ عن أبی حنیفہ عن مالک عن عبد اللہ بن الفضل عن نافع بن جبیر عن ابن عباس

کی سند سے ہے۔ جس کے الفاظ ہیں الایم احق بنفسها من ولیہا، الحدیث۔ یہ روایت اسی سند سے مسند ابی حنیفہ لابی نعیم [ص: ۴۳۳، جامع المسانید، ج: ۲، ص: ۱۱۹، سیر اعلام النبلاء، ج: ۸، ص: ۱۲۴] میں مذکور ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے، بعض نے اسے ”اسماعیل بن ابی حنیفہ عن مالک“ اور بعض نے ”حماد بن ابی حنیفہ عن مالک“ بیان کیا ہے۔ جیسا کہ الخوارزمی نے اشارہ کیا ہے۔ اور علامہ کوثری نے بھی اقوام المسالک میں اس کی تفصیل دی ہے۔ مگر انھوں نے الانتقاء کے حاشیہ، ص: ۴۲ میں اسے ”حماد بن ابی حنیفہ ثمالک“ کی سند سے نقل کرنے میں جو گھپلا کیا ہے اس کی دلچسپ وضاحت التتکیل کے حاشیہ [ص: ۱۸۶] میں علامہ البانی نے بیان کر دی ہے مگر یہ تفصیل یہاں غیر ضروری ہے۔ علامہ کوثری کو اصرار ہے کہ یہ روایت ”حماد عن مالک“ کی سند سے ہے۔ ”ابو حنیفہ عن مالک“ کی سند سے نہیں۔ اس میں جو غرض ہے اس کی نقاب کشائی علامہ المعلمی نے التتکیل [ص: ۱۸۵، ۱۸۶] میں کر دی ہے، شائقین التتکیل ملاحظہ فرمائیں۔

اس روایت کا دار و مدار عمران بن عبد الرحیم الاصبہانی پر ہے۔ وہ بواسطہ اسماعیل عن مالک ہو یا حماد عن مالک ہو یا ابو حنیفہ عن مالک ہو، عمران وضاع ہے۔ اور علامہ لکوثری نے بھی تسلیم کیا ہے ”اتھمہ غیر واحد بوضع هذا السند“ کہ بہت سے اہل علم نے اس سند کو وضع کرنے میں عمران کو متہم قرار دیا ہے۔ [اقوام المسالک] حافظ ذہبی کے الفاظ ہیں: ”هو الذی وضع حدیث ابی حنیفہ عن مالک“ [میزان، ج: ۳، ص: ۲۳۸] نیز دیکھئے لسان [ج: ۴، ص: ۳۴۷] سیدھی سی بات ہے کہ اگر ”ابو حنیفہ عن مالک“ کی روایت ہی نہیں جیسا کہ علامہ کوثری اور ان کی کورانہ تقلید میں مولانا نعمانی وغیرہ کو اصرار ہے تو عمران کو اس سند کے گھڑنے میں متہم قرار دینے کے تکلف کی ضرورت کیا رہ جاتی ہے؟ اور علامہ مغلطائی کا ”ابو حنیفہ عن مالک“ کی سند کو ”جل الاسانید“ کہنا کس ”بنیاد“ پر ہے؟ آپ تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بنیاد بیت عنکبوت سے کمزور تر ہے مگر سرے سے اس کے انکار میں کوئی معقولیت نہیں۔ یہی عمران ہے جو کبھی ”حماد عن مالک“ کہتا ہے کبھی ”اسماعیل بن حماد بن ابی

حنیفہ عن مالک“ کہتا ہے۔ حالاں کہ یہ سند بابتاً منقطع ہے۔ اور کبھی ”ابو حنیفہ عن مالک“ کہتا ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ جامع المسانید [ج: ۲، ص: ۱۱۹] کی ایک سند میں سرے سے عمران کا واسطہ ساقط ہے۔ دوسری دو اسانید میں اسے عمران بن عبد الرحمن لکھا گیا ہے۔ جامع المسانید میں اس نوعیت کی طباعتی اغلاط بہت ہیں۔ اسی طرح مسند ابی حنیفہ لابی نعیم [ص: ۴۳۳، رقم: ۳۳۶] میں ”انبا ابو محمد بن الضحاک عن عمرو بن ابی عاصم“ بھی درست نہیں، صحیح ”انبا محمد بن الضحاک بن عمرو“ ہے۔

اس تفصیل کا مقصد یہ تھا کہ ”ابو حنیفہ عن مالک“ کی سند سے بھی روایت موجود ہے۔ مگر علامہ کوثری کے لیے یہ بات بڑی ناگوار تھی۔ انھوں نے تمام مباحث سے صرف نظر کر کے بات ہی یہ بتائی کہ یہ سند ہی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ”حماد عن مالک“ ہے۔ چلیے یہی تسلیم کرتے ہیں مگر اس کا راوی بھی تو وہی عمران بن عبد الرحیم ہے جو متہم ہے۔ پھر آپ کیوں کہتے ہیں کہ حماد، امام مالک کے شاگرد ہیں، امام ابو حنیفہ کے نہیں۔ اس کے علاوہ بھی علامہ کوثری نے تین روایات ذکر کی ہیں اور ان پر کلام کیا ہے۔ ان کے علاوہ امام ابو نعیم نے مسند ابی حنیفہ میں ایک اور سند سے ”ابو حنیفہ عن مالک“ کے واسطے سے روایت کی ہے۔ مگر اس کی سند بھی محل نظر ہے۔ علامہ بدر الدین الزرکشی نے التکت علی ابن الصلاح میں تو کہا ہے کہ امام دارقطنی کا ایک مستقل جزء ”ابو حنیفہ عن مالک“ کی مرویات پر مشتمل ہے۔ اور علامہ سیوطی نے کہا ہے کہ ”اسأل الله ان یمن علی بالوقوف علی مؤلف الدار قطنی فی ذلك“ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے امام دارقطنی کے رسالہ پر مطلع فرما کر میرے اوپر احسان فرمائیں۔ [تزیین الممالک] بلکہ جامع المسانید [ج: ۱، ص: ۴۴۰] سے ایک روایت اسی حوالے سے نقل کر کے فرماتے ہیں: ”فهذا ثابت وقد سررت بوجوده كثيرا“ یہ ثابت ہے اسے دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔ [تزیین الممالک]

گویا علامہ سیوطی امام صاحب کی امام مالک سے روایت کے قائل



تقدید کا ہر حربہ اختیار کرتے ہیں۔ مگر ”مالک عن ابی حنیفہ“ کے حوالے سے انھیں اصرار رہے کہ یہ صحیح ہے اور امام مالک، امام صاحب کی کتابوں سے مستفید ہوتے تھے۔ موطا کی ترتیب میں انھوں نے کتاب الآثار کو پیش نظر رکھا تھا۔ حالاں کہ یہ دعویٰ بھی میزان عدل پر پورا نہیں آتا۔ علامہ المعلمی نے بھی مختصر اُس کی طرف اشارہ کیا ہے ملاحظہ ہو [مقدمہ التکمیل، ص: ۲۷]



ہیں۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ علامہ کوثری نے عمران کی روایات کے ضمن میں علامہ سیوطی کی یہ بات تو تنویر الحوالک [ج: ۲، ص: ۶۲] کے حوالے سے نقل کر دی کہ ”قیل انه رواه عنه ابوحنيفه ولا يصحح“ [اقوام المسا لک] مگر ترتیبین الممالک میں علامہ سیوطی کا جو موقف ہے اسے نظر انداز کر دیا۔

ہمیں یہاں صرف یہ عرض کرنا تھا کہ علامہ کوثری اور ان کے متاثرین کا پیمانہ انصاف پر مبنی نہیں۔ ”ابوحنیفہ عن مالک“ کے حوالے سے

### تین روزہ سالانہ قرآن وحدیث کانفرنس

بفضل اللہ تعالیٰ مرکزی جماعت غرباء اہل حدیث کراچی کے زیر اہتمام، بتاریخ ۲۳، ۲۴، ۲۵ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ (برطانی ۲۱، ۲۲، ۲۳ مارچ ۲۰۰۹ء)۔ بروز ہفتہ، اتوار، پیر۔ بمقام: جامعہ ستاریہ اسلامیہ ومحمد بن قاسم روڈ کراچی تین روزہ سالانہ قرآن وحدیث کانفرنس بڑے ترک واحتشام سے منعقد ہو رہی ہے، ان شاء اللہ

جس سے جید علمائے کرام، محقق، ودانشوران خطاب فرمائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

[شعبہ نشر و اشاعت ادارہ ہذا: 021-2628102]

### حاجی محمد یوسف قصوری کی وفات

اہل حدیث ٹرسٹ لائسنس روڈ لاہور کے چیئرمین حاجی محمد یوسف قصوری ۷ فروری ۲۰۰۹ء بروز ہفتہ وفات پا گئے۔

انا لله وانا اليه راجعون

مرحوم کچھ عرصے سے علیل تھے۔ کراچی ولاہور کے مختلف ہسپتالوں میں زیر علاج رہے۔ دینی، مسلکی وسماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ مساجد ومدارس دینیہ کی تعمیر وترقی اور طلباء و طالبات کی مالی معاونت کرنے والے تھے۔ ان کی نماز جنازہ ڈاکٹر فضل الہی رحمہ اللہ نے پڑھائی۔ بے شمار افراد جنازے میں شریک تھے۔ اراکین الاعضام مرحوم کے برادران حاجی شیخ محمد یونس اور حاجی شیخ محمد یعقوب قصوری ودیگر لواحقین کے غم میں شریک ہیں۔ مرحوم کی مغفرت کے لیے دعا گو ہیں۔ [ادارہ]

### قاری عبدالہادی کے برادر گرامی کی وفات

قاری عبدالہادی حسن (خطیب وامام جامع رحمانیہ باغبانپورہ لاہور) اور پروفیسر مشتاق احمد سلفی صاحبان کے برادر محترم محمد بشیر (ساکن ٹوبہ ٹیک سنگھ) ۶ فروری ۲۰۰۹ء بروز جمعۃ المبارک وفات پا گئے، انا لله وانا اليه راجعون۔

مرحوم نیک دل اور باعمل انسان تھے سب بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک اُن کا خاصا تھا۔ ان کی نماز جنازہ شیخ الحدیث حافظ محمد امین نے پڑھائی۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

[حافظ عبدالرحمن نعیم دارالاصلاح السلفیہ لاہور]

## اسلامی مہینے اور ان کا تعارف ⑧

مولانا محمد ارشد کمال

### ذوالقعدة:

ذوالقعدة اسلامی سال کا گیارواں قمری مہینا ہے۔ اس کا تلفظ یوں ہے: ذال مضموم (ذ)، لام ساکن (ل)، قاف مفتوح (ق)، عین ساکن (ع) جب کہ دال مفتوح (د) ہے۔ یعنی ذُلْ۔ قَعْ۔ دھاس کے قاف پر زبر اور زیر دونوں طرح (القعدة) بولنا درست ہے۔ تاہم زبر زیادہ معروف ہے۔

بعض اوقات اس کے آخر کی تائے فوقانی کو حذف کر کے ذوالقعدة بھی کہہ دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ مذکر استعمال ہوتا ہے اور اس کی جمع ذوات القعدة اور ذوات القعدات آتی ہے۔ دورِ جاہلیت میں اسے بواع، وَرْدَة اور ہواع بھی کہا جاتا تھا۔

ذوالقعدة دراصل دو مختلف لفظوں سے مرکب ہے۔ یعنی ذو اور

القعدة۔

”ذو“ کا معنی ہے: اہل، والا، صاحب، مالک۔ اس کی تشنیہ ذوان اور جمع ذوون آتی ہے۔ ذو کا اعراب اسمائے خمسہ والا ہے۔ یعنی حالت رفعی میں ذو (ذوالقعدة) اور حالت نصی میں ذَا (ذال القعدة) جب کہ جری حالت میں ذی (ذی القعدة) استعمال ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ ہمیشہ مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے اور یہ اضافت بھی اسم ظاہر ہی کی طرف ہوتی ہے۔

القعدة یہ اسم مرتہ ہے اور قعود سے ماخوذ ہے جو باب نصر ینصر سے مصدر واقع ہوتا ہے۔ اس کا معنی ہے: بیٹھنا۔ نماز میں سجدوں سے فارغ ہو کر التحیات پڑھتے وقت بیٹھنے کو بھی قعدة کہتے ہیں۔ اسی طرح القعدة سواری اور غالیچہ کو بھی کہا جاتا ہے۔

بِسْرِ قَعْدَةٍ وہ کنواں یا گڑھا ہے جو انسان کے بیٹھنے کی مقدار کا ہو۔ القعدة ان لوگوں کو بھی کہا جاتا ہے جو لڑائی اور جنگ میں شریک نہ ہوں۔ خوارج کے ایک فرقے کو بھی کہا جاتا ہے جو تکسیم کو حق سمجھتا تھا اور جنگ کرنے کا قائل نہ تھا۔ [المعجم الوسيط، القاموس الوحيد، مصباح اللغات، المنجد، ماده: ق۔ ع۔ د]

وجہ تسمیہ: علامہ سخاوی فرماتے ہیں:

القعدة بفتح القاف۔ قلت: وکسرھا۔ لقعودھم

فیہ عن القتال والترحال۔ [تفسیر ابن کثیر: ۳۸۵/۳]

”ذوالقعدة (قاف پر فتح یا کسرہ کے ساتھ) کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں عرب لوگ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ نہ لڑائی کے لیے نکلتے اور نہ ہی سفر کے لیے نکلتے تھے۔“

علامہ مجدد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں:

شہر کانوا یقعون فیہ عن الأسفار۔

[القاموس المحيط: ۳۱۲/۱]

”یعنی ماہ ذوالقعدة میں عرب لوگ سفر وغیرہ کرنے سے بیٹھ جایا کرتے تھے۔“

فضیلت: ذوالقعدة وہ بزرگ مہینا ہے جس کو حرمت والا قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ يَكْتُبِ اللَّهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنْهَا أَرْبَعَةَ حُرُمٍ﴾

[التوبة: ۳۶]

”مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ کی ہے۔ اسی دن سے جب سے اس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے ان میں سے چار

حرمت کے ہیں۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں لوہ محفوظ میں روزِ اوّل ہی سے سال کے مہینوں کی تعداد بارہ کی ہے جن میں کمی بیشی نہیں۔ پھر ان بارہ میں سے چار انتہائی معزز اور حرمت والے ہیں جن میں ایک ”ذوالقعدہ“ کا ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الزَّمَانَ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ - أَلَسَنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبٌ مَضْرُوبٌ بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ» [بخاری، کتاب بدھ

الخلق، باب ما جاء في سبع ارضين، رقم: ۳۱۹۷]

”دیکھو! زمانہ پھر لوٹ کر اپنی پہلی اسی حالت پر آ گیا ہے جس پر اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تھا سال بارہ مہینے کا ہے ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ تین تو لگاتار ہیں یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم جب کہ چوتھا مہینا رجب مضر ہے جو جمادی (الثانی) اور شعبان کے درمیان میں ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ﴾ [البقرة: ۱۹۷]

”حج کے مہینے (معین ہیں جو) معلوم ہیں۔“

سیدنا ابن عمر فرماتے ہیں:

أشهر الحج شوال و ذوالقعدة وعشر من ذي الحجة - [بخاری، کتاب الحج، باب قول الله تعالى:

﴿الحج أشهر معلومات﴾]

یعنی ”اشہر حج شوال ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے (پہلے) دس دن ہیں۔ اسے امام بخاری نے معلق جب کہ امام طبری اور حاکم اور دارقطنی وغیرہ نے صحیح سند کے ساتھ موصول بیان کیا ہے۔ سیدنا ابن عباس، ابن مسعود اور ابن زبیر وغیرہ سے موقوفاً یہی ثابت ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وأجمع العلماء على أن المراد بأشهر الحج ثلاثة

أولها شوال - [فتح الباری: ۵۲۹/۳]

”علماء کا اجماع ہے کہ اشہر حج تین ہیں جن میں سے پہلا شوال ہے۔“

یعنی شوال پہلا، ذوالقعدہ دوسرا جب کہ ذی الحجہ تیسرا حج کا مہینا ہے۔ لہذا ذوالقعدہ کی عظمت اور فضیلت کو دوبالا کرنے والی ایک چیز یہ بھی ہے کہ یہ اشہر حج میں سے ہے۔ زیادہ تر لوگ حج کے لیے اسی مہینے میں اپنے سفر کا آغاز کرتے ہیں۔ کیوں کہ یہ اشہر حج کے وسط (درمیان) میں ہے۔

ماہ ذوالقعدہ میں عمرہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لم يعتمر رسول الله ﷺ إلا في ذي القعدة - [ابن

ماجه، كتاب المناسك، باب العمرة في ذي القعدة، رقم:

۲۹۹۶ صحیح]

”رسول اللہ ﷺ نے ذوالقعدہ کے سوا کسی اور مہینے میں عمرہ نہیں کیا۔“

سیدہ عائشہ بیان کرتی ہیں:

لم يعتمر رسول الله ﷺ الا في ذي القعدة -

[ایضاً، رقم: ۲۹۹۷]

”رسول اللہ ﷺ نے ذوالقعدہ کے سوا (کسی اور مہینے میں) عمرہ نہیں کیا۔“

راجح یہی ہے کہ آپ ﷺ نے کل چار عمرے ادا فرمائے ہیں ان میں سے تین ذوالقعدہ میں جب کہ ایک بروز اتوار ۴ ذوالحجہ ۱۰ھ کو حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا اسے ذوالقعدہ میں شمار اس لیے کیا گیا کہ مدینے سے آپ کی روانگی ماہ ذوالقعدہ ہی میں ہوئی تھی اور احرام بھی آپ نے اسی میں باندھا تھا۔

[فتح الباری: ۱۳۰/۸ - مسلم مع شرح نووی: ۴۰۹/۱]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أن رسول الله ﷺ اعتمر أربع عمر كلهن في ذي

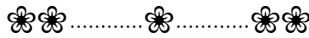
القعدة إلا التي مع حجته: عمرة من الحديبية أو

زمن الحديدية في ذى القعدة وعمره من العام  
المقبل في ذى القعدة، وعمره من جعرانة حيث  
قسم غنائم حنين في ذى القعدة، وعمره مع  
حجته - [مسلم، كتاب الحج، باب بيان عدو عمر النبي  
ﷺ وزمانهن، رقم: ۱۲۵۳]

رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کیے ہیں اور یہ سارے کے  
سارے ذوالقعدہ ہی میں کیے سوائے اس ایک عمرے کے جو  
آپ نے اپنے حج کے ساتھ کیا تھا۔ ایک عمرہ حدیبیہ تھا جو صلح  
حدیبیہ کے زمانے میں ذوالقعدہ میں کیا دوسرا اس کے بعد  
والے سال ذوالقعدہ میں کیا، تیسرا عمرہ جعرانہ جب آپ نے

غزوہ حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا یہ عمرہ بھی ذوالقعدہ ہی میں کیا  
تھا اور چوتھا عمرہ آپ نے حج کے ساتھ ادا فرمایا تھا۔“  
علماء فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ذوالقعدہ میں یہ عمرے اس لیے  
کیے تاکہ لوگ اس مہینے کی عظمت اور فضیلت اچھی طرح جان لیں اور  
دوسرا اہل جاہلیت کی مخالفت کے لیے۔ کیوں کہ وہ اس مہینے میں عمرہ کرنا  
بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ لہذا آپ نے پے در پے اس مہینے میں عمرے ادا  
فرمائے تاکہ لوگوں کو اس کے جواز کا اچھی طرح علم ہو جائے اور ان کے  
ذہنوں سے دور جاہلیت کے یہ اثرات اچھی طرح ختم ہو جائیں۔

[مسلم مع شرح نووی: ۱/ ۴۰۹]



## دارالسلام نے پیام اقبال البم ریلیز کر دیا

البم ۱۸ شہرہ آفاق نظموں پر مشتمل ہے

کتاب وسنت کی اشاعت اور اسلامی تہذیب وادار کا عالمی ادارہ ”دارالسلام“ نے شاعر مشرق، ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ کے کلام پر مشتمل  
آڈیو کیسٹ اور سی ڈی پر مشتمل البم ریلیز کر دیا۔ یہ البم دو والیم پر مشتمل ہے جو دارالسلام کے جدید ترین ڈیجیٹل ریکارڈنگ سسٹم پر تیار کیا گیا  
ہے۔ علامہ محمد اقبال کی ۱۸ نظموں اور غزلوں پر مشتمل ہے، جن میں ”ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن، کبھی اے نوجوان مسلم تدبر بھی کیا تو نے،  
چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا، خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ، یہ غازی یہ ترے پر اسرار بندے، ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں، یارب  
دل مسلم کو زندہ تمنا دے، بوڑھے بلوچ کی بیٹے کو نصیحت، لب پہ آتی ہے دعابن کے تمنا میری“ جیسی شہرہ آفاق غزلیں اور نظمیں شامل ہیں۔  
جعفر طیار کی خوب صورت آواز ہے۔ بچوں اور بڑوں کے لیے یکساں طور پر دلچسپی کی حامل ہے۔ یہ البم دارالسلام کے ہیڈ آفس ۳۶ لوئر مال  
روڈ لاہور یا دارالسلام کی کسی بھی برانچ سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ [منیجر ادارہ دارالسلام]

## جناب فیض لدھیانوی مرحوم کی بیٹی کی وفات

مشہور شاعر اور ادیب فیض لدھیانوی مرحوم کی بیٹی فیاض محمد فضا کی چھوٹی بہن تھوڑا عرصہ بستر علالت پر رہ کر یکم فروری ۲۰۰۹ء کو وفات  
پا گئیں، ان اللہ وانا الیہ راجعون۔  
وہ شیخ زید ہسپتال لاہور میں زیر علاج تھیں۔ مرحومہ نے خاندان کے دیگر افراد کے علاوہ شوہر ایک بیٹا اور تین بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ متوفیہ  
کی عمر ۷۷ سال تھی۔ وہ عبادت گزار اور اسلامی تعلیمات کا اعلیٰ نمونہ تھیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی بشری کوتاہیوں کو درگزر کرے اور اپنی رحمتوں  
سے نوازے، آمین۔ [سوگواران]

# صحبتے با اولیاء..... اللہ کے ایک ولی کا ذکر خیر

میرا بیٹا قصور وار ہے، اسے قانون کے مطابق سزا دی جائے!

مرسلہ: مولانا عمر فاروق السعیدی

شیخ موصوف ایک ربانی عالم تھے۔ ہمارے شیخ مولانا سلطان محمود صاحب محدث جلال پور پیر والا سے ان کے بڑے گہرے روابط تھے۔ فضیلۃ الاستاذ مولانا محمد رفیق صاحب الاثری رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ سلطان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری <sup>(۲)</sup> میں مولانا عبدالقادر کا تذکرہ و تعارف کرایا ہے۔ جو ان کے شکر یہ کے ساتھ ہدیہ ناظرین ہے، عنوانات و تعلیقات راقم کی طرف سے ہیں۔ اس میں میرے جیسے بہت سے احباب اور طلبہ کے لیے معتبر نمونہ ہے:

مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ:

ریاست بہاولپور میں مبارک پور ایک قدیمی قصبہ ہے اس کے قریب ایک ”چک لوہاراں“ ہے جو مولانا عبدالقادر کی جائے پیدائش ہے، ریاست کے قدیمی نظام قضا سے متعلق ایک خاندان کے فرد قاضی غلام فرید کے پاس مولانا نے ابتدائی تربیت اور فقہ و متعلقہ علوم میں دسترس حاصل کی۔ ان کے دو بھائی اور بھی تھے، چھوٹے بھائی کا نام مولوی عبدالملک تھا۔ حنفیت میں تینوں متشدد تھے اور ایک دوسرے کو منع کرتے کہ مولوی عبدالحق <sup>(۳)</sup> غیر مقلد کے پاس نہیں جانا۔ اتفاقاً مولانا

یادش بخیر..... غالباً ۶۸-۱۹۶۹ء میں کسی جلسے کے موقع پر ملتان میں والد گرامی حضرت مولانا عبدالعزیز سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں اللہ کے ایک ولی اور ربانی عالم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ میانہ قد، سادہ لباس، بزرگی اور بڑھاپے کے اثرات اور چہرہ نورانی..... راقم کو وہ منظر خوب یاد ہے۔ دونوں دوست بڑی الفت سے ملے، خیر و عافیت دریافت کی اور کچھ باتیں کرتے رہے۔ بعد میں ابا جان نے ان کے متعلق بتایا کہ یہ مولانا عبدالقادر ہیں جو چک لوہاراں (بہاولپور) کے رہنے والے ہیں۔ ایک بار میں قرض کے سخت دباؤ میں آیا ہوا تھا اور اپنی مشکل میں بہت زیادہ دعائیں کرتا تھا اور آیت الکریمہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ..... الْخ﴾ کا وظیفہ بھی کیا کرتا تھا۔ <sup>(۱)</sup> میں نے اپنی مشکل سے انھیں آگاہ کیا اور کوئی مجرب عمل یا وظیفہ دریافت کیا۔ تو انھوں نے اس ورد کی توثیق فرمائی اور فرمایا کہ اس کا وقت بدل لیں۔ اباجی کہتے ہیں کہ میں یہ نماز فجر کے بعد پڑھا کرتا تھا۔ مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قبل از فجر یعنی نماز تہجد کے وقت پڑھا کریں۔ کہتے ہیں کہ میں نے اسی طرح کیا تو اللہ نے جلد ہی میرا وہ قرض اتار دیا۔

(۱)..... سورة الانبياء میں ہے: ﴿وَإِذَا النُّونُ إِذْ ذَهَبَ مُغْضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ٥ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾ [الانبياء: ۸۷، ۸۸]

”اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کا ذکر کیجیے، جب وہ غصہ میں بھرے ہوئے (بستی کو چھوڑ کر) چلے گئے انھوں نے گمان کیا کہ ہم ان کی گرفت نہ کریں گے۔ پھر انھوں نے اندھیروں میں پکارا: لا الہ الا انت..... الخ، تیرے علاوہ کوئی الہ نہیں، تو پاک ہے، میں ہی قصور وار ہوں۔ تب ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور انھیں غم سے نجات دی۔ اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔“

(۲)..... اثری ادارہ نشر و تالیف جلال پور پیر والا کی طرف سے مطبوعہ ہے اور قابل مطالعہ ہے۔

(۳)..... یعنی مولانا ابو محمد عبدالحق ہاشمی مہاجر کی رحمہ اللہ۔ آنجناب اپنے نام کے ساتھ ”الحمدی الآثاری“ بھی لکھا کرتے تھے۔ [سعیدی]

عبدالقادرو کسی موقع پر اسی غیر مقلد کی باتیں سننے کا موقع مل گیا جو دل کی گہرائیوں سے نکلیں اور اثر انداز ہوئیں۔

مولانا نے فیصلہ کر لیا کہ علم حدیث اسی شخص کے پاس درس پڑھنا ہے۔ کتب صحاح ستہ کا درس لیا اور پھر مسلک عمل بالحدیث کے داعی بن گئے۔ محدث جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی دوست تھے اور ہر سال ملاقات کے لیے جلال پور تشریف لاتے۔ یوں ہمیں بھی زیارت کا موقع ملتا تھا۔ محدث جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ ان کے کھانے کا انتظام اپنے گھر پر کرتے تھے۔ وہ خود کھانا لاتے اور اپنے مخلص ساتھی کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔

### انگریز سے عداوت:

مزاج کی سادگی کے حامل تو تھے ہی لباس بھی سادہ زیب تن کرتے تھے۔ انگریزی مشینوں کا بنا ہوا کپڑا پہننا کبھی گوارا نہ کیا۔ ہم نے انھیں ہمیشہ دستی کھڑیوں پر بنا ہوا کھدر کا موٹا کپڑا پہنے دیکھا۔ شلوار نصف پنڈلی تک ہوتی تھی، سر پر مختصر سی پگڑی اور جسم پر سرائیکی وضع کا چولا زیب تن ہوتا۔

### علمی مشاغل:

سند و رجال پر گہری نظر تھی۔ مجمع صغیر کی تبویب بھی کی تھی اور موطا محمد کے رجال کی فہرست بھی ان کے ہاتھ کی مرتب شدہ راقم نے دیکھی ہے۔ بانیل کا مطالعہ انھوں نے گہری نظر سے کیا تھا اور جہاں جہاں عہد نامہ قدیم و جدید میں اسماء و صفات و عبودیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی توحید کا ذکر ہے، اس پر مشتمل ایک کتاب بھی مرتب کی تھی۔ انھوں نے مجھے بتایا:

”یہ کتاب مجھ سے مولوی عبدالقادر آزاد نے جو بہاول پور میں

مقیم تھے لی اور ”حاصل مطالعہ“ کے نام سے طبع کرائی مگر اس پر

مؤلف کی حیثیت سے انھوں نے اپنا نام لکھ دیا۔“<sup>(۱)</sup>

راقم نے یہ مطبوعہ کتاب ان کے پاس دیکھی تھی جس پر واقعی مولانا عبدالقادر آزاد نے اپنا نام درج کر رکھا تھا اور دیباچے میں صرف یہ لکھا

کہ اس کتاب کی ترتیب میں مولانا عبدالقادر چک لوہاراں نے میرے ساتھ تعاون کیا ہے۔

راقم نے مولانا سے عرض کیا کہ آپ ان سے احتجاج کریں تو فرمایا: نہیں! اللہ کے ہاں تو میرا اجر محفوظ ہے، اس کو سب کا علم ہے۔ بہاول پور میں مقیم تھے تو مولانا کبھی کبھی اتوار کے روز عیسائیوں کے چرچ بھی جاتے تھے تاکہ ان کے انداز تبلیغ کا مطالعہ کریں۔ بعض مسلمان جو نانہمی میں عیسائیت کے قریب ہو رہے تھے، مولانا کی مساعی سے راسخ مسلمان بن گئے۔ حق بات کہنے میں مولانا بے باک اور ”لا یخافون لومة لائم“ کی زندہ تفسیر تھے۔<sup>(۲)</sup>

### ہل فیکم عبدالقادر؟

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خطابت سے کون واقف نہیں، دوران خطابت مرحوم نے ایک روایت کا ترجمہ اپنے مخصوص انداز میں کیا تو مولانا عبدالقادر نے اسی وقت توجہ دلائی کہ شاہ صاحب یہ روایت سنداً ضعیف ہے، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمائی۔ مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے خلوص نے اثر دکھایا۔ شاہ صاحب بہت خوش ہوئے، اللہ کے حضور معذرت کی اور مولانا کا شکر یہ ادا کیا کہ آپ نے میری راہنمائی کی۔ کئی مقامی احباب نے بتایا کہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب بھی اس علاقے میں تشریف لاتے تو اپنے مخصوص لہجے میں بلند آواز سے فرماتے ”ہل فیکم عبدالقادر؟“ کیا تم میں عبدالقادر ہے؟ میں کوئی غلط بات نہ کہہ بیٹھوں۔

### امر بالمعروف پر عمل:

احمد پور شرقیہ کی جماعت اہل حدیث کے ارکان غزنوی خاندان کے ایک عظیم فرزند مولانا محمد اسماعیل غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر جمع تھے۔ ان میں مولانا عبدالقادر بھی تھے۔ مولانا اسماعیل غزنوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو باری باری سب سے معافہ و مصافحہ فرمایا۔ مولانا سے معافہ ہوا تو مولانا عبدالقادر نے چپکے سے ان کے کان میں

(۱)..... علمی سرقات کی عجیب عجیب مثالیں تاریخ میں پائی گئی ہیں۔ وعفا اللہ عنہم اجمعین

(۲)..... عیسائیوں کو وعظ و تبلیغ سے ہم لوگ بہت زیادہ غافل ہیں، ضرورت ہے کہ اس طرف توجہ کی جائے۔

حدیث ”اغفوا للہی“ سنائی کیوں کہ سید غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی اطراف سے ترشی ہوئی تھی۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور اصلاح کا وعدہ فرمایا۔

مولانا جلال پور شریف لاتے تو کئی بار ایسا ہوتا کہ ہمسایہ میں کوئی سالانہ جلسہ یا عرس ہو رہا ہوتا، وہاں چلے جاتے۔<sup>(۱)</sup> اگر کسی عالم کی طرف سے غلط یا موضوع روایت بیان ہو جاتی تو اسی وقت مقرر کو اس کی غلطی سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ ان کا انداز تفہیم اس قدر مہذب اور سبکھا ہوا ہوتا تھا کہ بعض اوقات مقرر معذرت کا انداز اختیار کر لیتے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ منتظمین مجلس سے اٹھا کر اس برگزیدہ عالم کو باہر چھوڑ گئے کہ یہ رنگ میں بھنگ ڈالتا ہے۔

### جنوں کا نکاح پڑھایا:

ایک دفعہ مولانا نے ہمیں بتایا کہ ایک رات میں احمد پور شرقیہ کی مسجد اہل حدیث ٹاہلیاں والی میں کچھ ساتھیوں کے ہمراہ سویا ہوا تھا کہ دو آدمی آئے اور کہا ہماری بچی کی شادی ہے، نکاح پڑھانے کے لیے تشریف لے چلیں۔ میں ان کے ساتھ ہولیا۔ وہ مجھے مسجد سے مشرق کی طرف ایک جگہ لے گئے جہاں لوگ خوشیاں منا رہے تھے، دولہا موجود تھا۔ مجلس نکاح منعقد ہوئی۔ مٹھائی تقسیم ہوئی۔ پھر وہ لوگ مجھے واپس مسجد تک چھوڑ گئے۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو پورا منظر غائب تھا۔ ان کا بیان تھا کہ غالباً مسلمان جنات کی شادی کی رسم تھی۔ مولانا کے فرزند عبداللہ نے بھی ہمارے سامنے اس کی تائید کی کہ ایسا ہوا تھا۔

### رزقِ حلال کے لیے محنت اور ساتھ ہی تبلیغ بھی!

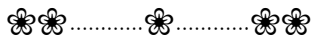
اپنے گاؤں کی مسجد میں ان کا معمول تھا کہ صبح درس قرآن ارشاد فرماتے تو نمازِ عشاء کے بعد درس حدیث مبارک دیتے تھے۔ روزی کے انتظام کے لیے گھی کی تجارت کرتے تھے۔ بستیوں میں قابل اعتماد ساتھیوں سے گھی خریدتے، اکٹھا کرتے اور شہروں میں جا کر فروخت کر آتے۔ شہر کے لوگ پورے اعتماد کے ساتھ ان سے خالص دیسی گھی خریدتے تھے۔ انھیں دیسی گھی کی پہچان میں بڑی مہارت تھی۔ خرید

وفروخت کے اس سفر میں وہ تبلیغِ دین اور اظہارِ کلمہ حق سے کبھی غافل نہ رہتے۔ ۸۷ سال کی عمر میں ۱۷ ستمبر ۱۹۷۱ء کو فوت ہوئے۔ ہمیں ایک ہفتہ بعد اطلاع ہوئی تو شیخ محترم، قاضی محمد عمر دین پوری اور راقم الحروف گھوڑیوں پر سفر کر کے ان کی بستی پہنچے، ان کے صاحبزادوں سے اظہارِ افسوس کیا۔ پوری بستی کے لوگ ان کی وفات سے غمگین تھے کہ ہم اللہ کے ایک ولی اور زاہد و سالک شخصیت سے محروم ہو گئے ہیں۔ پس ماندگان میں پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑیں۔

### عدالت میں بیٹے کے خلاف گواہی:

لوگوں نے ہمیں بتایا کہ ان کا ایک فرزند کسی مقدمہ میں پھنس گیا، مقدمہ سچائی پر مبنی تھا، مخالف فریق نے عدالت میں کہا کہ اگر ان کا والد یہ کہہ دے کہ میرا بیٹا اس جرم میں ملوث نہیں ہے تو ہم مقدمہ واپس لے لیں گے۔ مولانا کی طلبی ہوئی، عدالت کے استفسار پر فرمایا: اس معاملے میں میرا بیٹا قصور وار ہے، اسے قانون کے مطابق سزا دی جائے۔ اس فرمائے صداقت کی یہ گواہی سن کر عدالت کا جج سنائے میں آ گیا اور حاضرین دم بخود رہ گئے۔ انھیں یوں محسوس ہوا جیسے ماضی کا غبار چھٹ گیا ہے اور ان کے سامنے قرنِ اولیٰ کی کوئی برگزیدہ ہستی جلوہ نما ہو گئی ہے، جسے سچائی کی عظمت کے آگے اپنے لحوتِ جگر کی بھی پروا نہیں ہے۔ یکا یک جج مولانا کے بیٹے سے مخاطب ہوا کہنے لگا: تم کتنے جلیل القدر باپ کے بیٹے ہو، تمھیں شرم آنی چاہیے اور پسر نوح بننے سے گریز کرنا چاہیے۔ اس تنبیہ کے بعد جج صاحب نے یہ مقدمہ قانون کے مطابق نمٹا دیا۔

دارالحدیث محمد یہ جلال پور اور محدث جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خصوصی لگاؤ ہی کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے اپنی ساری کتابیں مدرسے کی لائبریری کے لیے وقف فرما دیں جو اس عظیم ادارے کے لیے باعثِ فخر ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے اس ولی کی قبر کو منور فرمائے، آمین۔



(۱).....مقابل کا نقطہ نظر جاننے کے لیے یہ عمل بہت ضروری ہے محض سنے سنائے پر اٹھنا کافی نہیں ہوتا۔

# صاحب منصب کی تبدیلی

(ایک سبق آموز واقعہ)

مولانا اسعد اعظمی، استاذ جامعہ سلفیہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد حکومتی نظم و نسق کو مستحکم کرنے کے لیے جو اقدامات کیے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ حضرت خالد بن ولید کی جگہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو شام کا امیر لشکر بنادیا اور حضرت خالد کو ان کے ماتحت کردیا اور ان سے کہا کہ حضرت خالد سے جنگی امور میں مشورہ کرتے رہیں۔ یاد رہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے شام کی امارت حضرت ابوعبیدہ ہی کے حوالے کی تھی۔ لیکن ان کی طرف سے معذرت اور مجبوری کا اظہار کیے جانے کے بعد آپ نے حضرت خالد کو یہ ذمہ داری سونپی تھی۔ حضرت عمر نے دوبارہ حضرت ابوعبیدہ کو اس کام کے لیے منتخب کیا اور اپنا حکم نامہ حضرت ابوعبیدہ کے پاس بھیجا۔

جس وقت یہ فرمان حضرت ابوعبیدہ کو ملا اس وقت لڑائی اپنے شباب پر تھی۔ حضرت ابوعبیدہ کے سامنے ایک طرف خلیفۃ المسلمین کا حکم نامہ تھا۔ دوسری طرف لڑائی کی شدت اس حکم نامہ کی فوری تعمیل جنگی اصول و تدابیر کے لحاظ سے مانع تھی۔ نیز یہ کہ منصب سے بے رغبتی اور ایک عام سپاہی کی حیثیت سے کام کرنے کا جذبہ بھی اس تعمیل کی راہ میں رکاوٹ تھا۔ ان تمام وجوہات کے پیش نظر لگ بھگ بیس روز بعد حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد کو قیادت کی تبدیلی کے سرکاری حکم کی اطلاع دی اور وہ بھی ایسے وقت جب حضرت خالد کو دوسرے ذرائع سے اس کی اطلاع ملی اور انھوں نے حضرت ابوعبیدہ سے اس کے متعلق استفسار کیا اور اطلاع نہ دینے کا ان سے شکوہ کیا۔ چنانچہ حضرت خالد حضرت

منصب پر فائز شخص کو جب اس منصب سے الگ کر دیا جاتا ہے تو اس سے اس شخص کو بسا اوقات تکلیف پہنچتی ہے اور منصب سے ہٹائے جانے کا اس کو ملال رہتا ہے۔ ایسا شخص کبھی کبھی شدید رد عمل بھی ظاہر کرتا ہے اور اس منصب تک واپس پہنچنے کے لیے غیر مناسب طرق و وسائل کا بھی سہارا لیتا ہے۔

اس مناسبت سے اسلامی تاریخ کا ایک مشہور واقعہ جو حضرت خالد بن ولید کی معزولی سے متعلق ہے۔ اس کی کچھ ایسی تفصیل ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جس سے زیر بحث موضوع کا ایک ایسا رخ سامنے آتا ہے جس کا موجودہ مفاد پرستی اور خود پسندی کے ماحول میں عموماً تصور نہیں کیا جاتا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کے اسباب و وجوہات بلکہ اس عزل کے جواز و عدم جواز تک پر آج تک بحث کی جا رہی ہے اور اس واقعہ کے بہت سارے متعلقات کو منفی انداز میں پیش کر کے غم و افسوس کا اظہار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ تاریخ میں وارد اس واقعہ کی بہت ساری تفصیلات یا تو اسنادی اعتبار سے محل نظر ہیں یا کچھ دوسرے اعتبارات ان تفصیلات پر سوالیہ نشان لگاتے ہیں، فی الحال اس رخ پر گفتگو نہ کر کے اس واقعہ کے مثبت اور لائق عبرت پہلو پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کا امیر لشکر بنایا تھا۔ حضرت خالد کی قیادت میں اسلامی فوج برابر کامیابی حاصل کر رہی تھی۔ اسی اثناء میں حضرت ابوبکر کا انتقال ہو گیا اور زمام خلافت



ابوعبیدہ سے ان الفاظ میں شکوہ کرتے ہیں:

”يغفر الله لك، أذاك كتاب أمير المؤمنين بالولاية فلم تعلمني وأنت تصلي خلفي والسلطان سلطانك؟“

”اللہ آپ کو معاف کرے، آپ کے پاس قیادت سے متعلق امیر المؤمنین کا مکتوب آیا اور آپ نے مجھ کو مطلع نہیں کیا اور میرے پیچھے نماز پڑھتے رہے جب کہ قیادت و امارت آپ کی تھی؟“

اس پر حضرت ابوعبیدہ کا جواب اس طرح تھا:

”وأنت يغفر الله لك، ما كنت لأعلمك ذلك حتى تعلمه من عند غيري، وما كنت لأكسر عليك حربك حتى ينقضى ذلك كله، ثم كنت أعلمك ان شاء الله، وما سلطان الدنيا أريد، وما للدنيا أعمل، وانما نحن إخوان وقوام بأمر الله عزوجل، وما يضر الرجل أن يلي عليه أخوه في دينه ولا دنياه، بل يعلم الوالي أنه يكاد أن يكون أدناهما الى الفتنة وأوقعهما في الخطيئة لما يعرض له من الهلكة، الا من عصم الله عزوجل وقليل ما هم .....“ [تاریخ دمشق لابن عساکر:

۸۷/۲، البداية والنهاية: ۲۳/۷]

”آپ کو بھی اللہ معاف فرمائے، میں اس وقت تک آپ کو یہ خبر نہیں سنانا چاہتا تھا جب تک دوسرے ذرائع سے آپ تک یہ خبر نہ پہنچ جائے، میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کی قیادت میں ہونے والی اس جنگ میں کسی طرح کی رکاوٹ ہو، بلکہ جنگ مکمل ہونے کے بعد ان شاء اللہ میں آپ کو خبر کرتا، مجھے دنیا کی سلطنت و قیادت کی خواہش نہیں اور نہ ہی میں دنیا کے واسطے عمل کر رہا ہوں۔

یہ سب کچھ جو آپ دیکھ رہے ہیں سب فانی اور ختم ہونے والی چیزیں ہیں، اور ہم لوگ ایک دوسرے کے بھائی ہی ہیں، اللہ کے حکم اور اس کے دین کے خادم ہیں، اس سے آدمی کو کیا فرق پڑتا ہے کہ اس کا ایک بھائی ہی اس کے اوپر دینی یا دنیاوی حکم رانی کر رہا ہے، بلکہ حکمران اور ذمہ دار کو تو یہ معلوم ہی ہے کہ (حاکم اور محکوم) دونوں میں سے وہی (حاکم) بالعموم فتنہ کے قریب ہوتا ہے اور اسی کے گناہ گار ہونے اور ہلاکت میں واقع ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، اس سے صرف وہی لوگ محفوظ ہیں جنہیں اللہ نے محفوظ رکھا اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔“

حضرت ابوعبیدہ کے یہ جذبات کس قدر زہد و تواضع اور منصب سے بے رغبتی بلکہ اسے آزمائش اور قابل گرفت گردانتے ہوئے اس سے اجتناب کی تمنا کی عکاسی کرتے ہیں۔ بلاشبہ وہ منصب کو ذمہ داری سمجھتے تھے اعزاز نہیں، اسے امانت تصور کرتے تھے حاکمیت نہیں، یہی تصور حضرت خالد کا بھی تھا انھیں اس بات پر افسوس ہوا کہ حضرت ابوعبیدہ نے فوری طور پر ان کو مطلع کر کے قیادت کی تبدیلی نہیں کی بلکہ فرمان خلیفہ کے بموجب حاکم ہوتے ہوئے بھی محکوم بنے رہے اور امام ہوتے ہوئے بھی اتنے دنوں تک مقتدی بنے رہے۔

دونوں حضرات دین کی سر بلندی اور رضائے الہی کے حصول کے لیے ہی سب کچھ کر رہے تھے۔ وہ حاکم بن کر کریں یا محکوم، امام بن کر کریں یا مقتدی، اس کی ان کے یہاں بہت زیادہ اہمیت نہیں تھی۔ وہ عہدے اور منصب سے اوپر اٹھ کر کام کر رہے تھے۔ منصب ان کے پاس رہے یا ان کے کسی دوسرے دینی بھائی کے، اس سے ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا، اسلام اور اہل اسلام کی سر بلندی ہر حال میں مقصود تھی۔

معاملہ اسی گفتگو تک محدود نہیں تھا جس کا سطور بالا میں تذکرہ ہوا۔ بلکہ دوسرے مآخذ میں یہ بھی آیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت خالد کی معزولی اور ان کی جگہ حضرت ابوعبیدہ کی تقرری کی خبر

آئی تو حضرت خالد نے فرمایا: ”بعث علیکم أمین هذه الأمة“ اس امت کے امین تمہارے قائد بنائے گئے ہیں۔

اس پر حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے کہ ”خالد سيف من سيوف الله، ونعم فتى العشيرة“ خالد اللہ کی تلوار ہیں اور قبیلہ کے بہترین نوجوان ہیں۔ [الاستيعاب لابن عبد البر: ۲/ ۷۹۳- ۷۹۴، اسد الغابة لابن الاثير: ۳/ ۱۲۵- البداية والنهاية لابن كثير: ۷/ ۱۱۴- الاصابة: ۱/ ۴۱۴- تاريخ دمشق: ۱۸/ ۱۷۴]

غور کیجیے ایسے وقت میں جب کہ ایک ذمہ دار کے سر سے تاج اتار کر دوسرے کے سر پر رکھا جا رہا ہے، صاحب منصب کو اس کے منصب سے جدا کر کے ایک عام شخص کی حیثیت دے دی جاتی ہے مگر نہ اسے اس پر کوئی رنجش ہوتی ہے اور نہ بعد والے قائد کو پہلے والے قائد سے کوئی تکدر ہوتا ہے بلکہ دونوں ایک دوسرے کی تعریف و توصیف کرتے ہیں، اس کی صلاحیت اور امانت و دیانت کا اعتراف کرتے ہیں۔

بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس کے آگے کی تاریخ پڑھیں اور واقعات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو عبیدہ کے دل میں حضرت خالد کا مقام و مرتبہ ہمیشہ بلند رہا۔ ان سے وہ مشورے کرتے، ان کو مناسب ذمہ داریاں دیتے، اور تاحین حیات ان دونوں کے تعلقات میں کوئی فرق نہیں آیا، اور دونوں کے دل ایک دوسرے کے تعلق سے ہمیشہ صاف رہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کو معزول کیا تھا، ان کے تعلق سے بھی حضرت خالد اچھی ہی رائے رکھتے تھے۔ چنانچہ ابن عساکر کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابودرداء حضرت خالد کے پاس ان کے مرض الموت میں گئے تو حضرت خالد فرمانے لگے: اے ابودرداء! اگر حضرت عمر انتقال کر گئے تو تمہیں بہت سے منکرات دیکھنے پڑیں گے۔ حضرت ابودرداء نے کہا واللہ میں بھی یہی سمجھ رہا ہوں۔

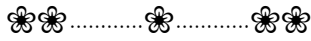
[تاریخ دمشق: ۱۸/ ۱۹۶]

یہی نہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری لمحات میں اپنے ترکے

کی تقسیم کا والی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بنایا اور وصیت فرمائی کہ میں مرجاؤں تو میرا کل اثاثہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد دیا جائے تاکہ وہ فیصلہ خداوندی کے مطابق میرے وارثوں میں تقسیم کریں جب کہ اور کسی کا کوئی حق میرے ذمہ باقی نہ رہ جائے۔ [الاصابة: ۱/ ۱۱۵- تاریخ دمشق: ۱۸/ ۱۹۷]

ادھر حضرت خالد کے تعلق سے حضرت عمر کے جذبات بھی سنتے چلیں، حضرت خالد کی وفات کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے حد غمزدہ ہو کر فرمانے لگے کہ اگر وہ خالد کو باحیات پاتے تو اپنے بعد ان ہی کو خلافت سپرد کرتے۔ [قاعدة فتح العراق والجزيرة، لمحمود شيت خطاب، ص: ۱۶۰، بحوالہ الامامة والسياسة لابن قتيبة: ۱/ ۲۴]

ان تمام واقعات و بیانات میں اہل منصب کے لیے جو پیغام اور سبق موجود ہے وہ بڑا کھلا اور واضح ہے۔ فہل من مدکر؟ [ماہنامہ محدث، بنارس۔ دسمبر ۲۰۰۸ء]



## ضرورت رشتہ

ایک اہل حدیث دینی گھرانے کے نوجوان خوب روپوسٹ گریجوایٹ ملازم لڑکے کے لیے ہم پلہ پابند صوم و صلوٰۃ خوبصورت دراز قد لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

ترجیاً شہری حلقہ

دابطہ

4 بجے سہ پہر تا 10 بجے رات

فون نمبر: 0333-8104829

# میرے مربی و محسن مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ

## حیات و خدمات

مولانا محمد داؤد ارشد

محمد اعظم صاحب، ① استاذ العلماء الشیخ محمد الیاس اثری، ② اور قاری محمد یحییٰ صاحب بھوجیانی۔

### خدمات:

تعلیم سے فارغ ہو کر کچھ دیر مسجد میں امامت بھی کی۔ بالآخر ۱۹۷۸ء کو دارالحدیث محمدیہ حافظ آباد سے تدریس کا آغاز کیا۔ وہاں پانچ سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ الشیخ محمد داؤد علوی رحمۃ اللہ علیہ کڑیا لوی کے الم ناک سانحہ قتل کے بعد مولانا محمد چراغ دین صاحب کے ایما پر قلعہ دیدار سنگھ میں تشریف لے آئے اور مولانا چراغ صاحب کی وفات تک وہاں ہی امامت الکتب پڑھاتے رہے۔ مولانا چراغ صاحب کی وفات کے بعد جامعہ رحمانیہ بوجہ بند ہو گیا تو مرحوم حافظ عبدالرزاق سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر منڈی فاروق آباد میں تشریف لے آئے۔ وہاں سات آٹھ سال تدریس کے ساتھ ساتھ ایک ماہانہ رسالہ ترجمان السنہ نکالا (جو بعد میں بوجہ اشاعت السنہ کے نام سے شائع ہونے لگا)۔

۱۹۹۲ء میں فاروق آباد سے سیالکوٹ کے مضافات میں ایک گاؤں ساہووالا میں جامعہ تعلیم القرآن والحدیث تشریف لے گئے، اور وفات تک وہیں تھے۔ دارالحدیث محمدیہ حافظ آباد کے علاوہ تمام مقامات پر بحیثیت صدر مدرس تھے۔ آپ کی وفات ۲۶ جنوری ۲۰۰۹ء موافق ۲۹ محرم ۱۴۳۰ھ کو پیر اور منگل کی درمیانی شب آٹھ بجے کے قریب ہوئی۔ مرحوم کو ایک مدت سے موذی مرض شوگر لاحق تھی اور وہی جان لیوا ثابت ہوئی۔

### خدمت قرآن:

مرحوم ۱۹۹۱ء یا ۱۹۹۲ء سے تعلیم القرآن ساہووالا میں دورہ تفسیر کروا

آپ کی ولادت گوجراں والا کے مضافات میں معروف قصبہ گوندلاں والا میں ۹ نومبر ۱۹۵۶ء کو ہوئی۔ والد کا نام محمد یعقوب اور والدہ ماجدہ کا نام رشیدہ بی بی تھا۔ ماں اور باپ دونوں پابند صوم و صلوة اور متشرع تھے۔

مرحوم کی ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہی ہوئی۔ یہیں سے مڈل تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۶۸ء میں گوجراں والا کی معروف دینی درس گاہ جامعہ اسلامیہ میں داخلہ لیا اور یہاں سے ۱۹۷۴ء میں تعلیم مکمل کر کے مزید حصول علم کے لیے فیصل آباد کا رخ کیا۔ اس وقت ادارہ علوم اثریہ میں حدیث پر تخصص کرایا جاتا تھا، جو دو سال کا کورس تھا۔ یہاں سے ۱۹۷۷ء میں فارغ ہوئے۔

جامعہ اسلامیہ کے زمانہ طالب علمی میں مرحوم نے فاضل عربی کا امتحان بھی دیا، جو امتیازی پوزیشن میں پاس کر لیا۔ جامعہ اسلامیہ کے تعلیمی دور میں جب تیسری یا چوتھی کلاس کے طالب علم تھے اپنے گاؤں میں محلہ کی مسجد میں امامت و خطابت اور بچوں کو ناظرہ قرآن بھی تین چار سال پڑھایا۔ ادارہ علوم اثریہ سے فراغت کے بعد پسرور کی کسی مسجد میں دو تین ماہ امامت و خطابت بھی کی لیکن مرحوم کی دلی خواہش تدریس تھی۔ اس لیے پسرور سے واپس گاؤں گوندلاں والا تشریف لے آئے۔

### اساتذہ کرام:

① استاذ العلماء الشیخ ابوالبرکات مدرسی، ② استاذ العلماء الشیخ محمد عبداللہ جہال خانوآ نہ، ③ استاذ العلماء الشیخ الحدیث والتفسیر محمد عبدہ الفلاح، ④ محقق شہیر مولانا ارشاد الحق اثری، ⑤ استاذ العلماء مولانا

رہے تھے۔ گرد و نواح کے علاوہ ملک بھر سے طلباء دورہ تفسیر کرنے کے لیے آتے۔ ایک سال کی آڈیو بھی محفوظ ہے۔ تفسیر قرآن پر مستقل کام بھی کر رہے تھے جو میری معلومات کے مطابق سورۃ المائدہ تک مکمل ہو چکا تھا۔

#### خدمت حدیث:

مرحوم نے تعلیم سے فراغت کے بعد تقریباً تیس سال درس حدیث دیا۔ جس میں ۲۴، ۲۵ بار صحیح بخاری پڑھانے کی سعادت بھی حاصل کی۔ تدریس کے علاوہ صحیح سنن ترمذی، صحیح سنن ابن ماجہ اور شمائل ترمذی کا ترجمہ بھی کیا۔ ترمذی اور شمائل کا ترجمہ تو مرحوم کی زندگی میں چھپ گیا تھا، جب کہ سنن ابن ماجہ کا باقی تھا۔ اس کا فائل پروف اور ضعیف روایات کی تخریج باقی تھی کہ عمر نے وفات کی۔

#### رسول اللہ ﷺ سے محبت:

آپ ﷺ سے محبت جزو ایمان ہے، اس پر مرحوم کا محکم یقین تھا اور نہایت درجہ آپ ﷺ سے محبت و عقیدت رکھتے۔ سیرت ان کا خاص موضوع تھا۔ آپ ﷺ کے حالات زندگی اور اسوہ کا جب تذکرہ کرتے تو آبدیدہ ہو جایا کرتے۔ صحیح احادیث کی روشنی میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت پر کتاب لکھنے کا پختہ ارادہ تھا کیوں کہ محبت رسول ﷺ کا مطلب آپ ﷺ کی پیروی، اطاعت اور سنت کو اپنانا ہے۔ اسی عقیدہ پر ان کی ساری زندگی گواہ ہے۔ ان کی بیشتر کتب کا موضوع احیاء سنت اور اس پر وارد شکوک و شبہات کا ازالہ رہا۔ اس سلسلہ میں وہ کسی مصلحت کے قائل نہ تھے۔ قرآن و حدیث کا گہرا مطالعہ اس محبت کی دلیل و برہان ہے۔ اپنی ضروریات کو چھوڑ کر اپنی جیب سے کتب احادیث خریدتے تھے، اور ان کو بار بار پڑھا کرتے تھے۔ مرحوم کی لائبریری کی کتابیں اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ انھیں کثرت سے استعمال کیا گیا ہے۔

ادھر ادھر کی کتابیں خریدنے کی عادت ہی نہ تھی۔ احادیث اور اس کی متعلقہ مباحث پر ہی کتابیں خریدتے تھے۔ ہاں البتہ امام ابن تیمیہ، حافظ ابن حجر، علامہ شوکانی کی کتابیں بالاستعاب پڑھا کرتے تھے۔ عون

المعبود، تحفۃ الاحوذی اور مرعۃ کی بڑی قدر کرتے تھے۔

#### تحریک ختم نبوت:

گو مرحوم کے زمانہ طالب علمی میں ہی قادیانیوں کو کافر قرار دیا جا چکا تھا۔ لیکن ان کے خلاف آج بھی کام کرنے کی ضرورت کو محسوس کرتے تھے۔ خود بھی اس سلسلہ میں فعال تھے۔ دوست و احباب کو بھی دعوت دیتے، کئی مقامات پر قادیانی مربیوں سے کامیاب گفتگو کی۔ مناظرہ نارنگ منڈی اور مناظرہ میانوالی میں راقم کے ساتھ بطور صدر مناظرہ تھے، اور ان میں کلیدی کردار ادا کیا۔

درس نظامی کے فارغ التحصیل اور زیر تعلیم طلباء کی تربیت کے لیے چار پانچ سال سے چنیوٹ میں مولانا ایوب عزیزی کے تعاون سے سالانہ ختم نبوت کورس بھی شروع کر رکھا تھا۔ جس میں کچھ دنوں کے لیے خود بھی وہاں جاتے اور اہل علم کے دروس کا بھی اہتمام کرتے۔ ایک انجمن بھی بنا رکھی تھی، جس کی طرف سے مختلف مسائل پر متعدد پمفلٹ عبدالحفیظ مظہر کے نام سے شائع کروائے تھے۔

#### عیسائیت:

عیسائیت پر اچھی نظر تھی، بائبل کے ان گنت حوالے زبانی یاد تھے۔ عیسائیت کے افکار و نظریات اور اس کی تاریخ پر بہت معلومات رکھتے۔ اسلام اور عیسائیت کے تقابل پر گہرا مطالعہ تھا۔ تثلیث، کفارہ وغیرہ عیسائی مذہب کے بنیادی عقائد پر فی البدیہہ مؤثر گفتگو کر لیتے تھے۔ چند مضامین کے علاوہ مرحوم نے کوئی کتاب یادگار نہیں چھوڑی۔

#### رسوخ فی العلم:

قرآن و سنت کو سمجھنے کے لیے عربی زبان کو جاننا لازم ہے۔ مرحوم کی عربی زبان پر اچھی نظر تھی۔ فی البدیہہ اس میں کلام کر سکتے تھے۔ درسی کتب کے علاوہ بھی ادب کا مطالعہ کرتے اور قدیم و جدید عربی کے بیسیوں اشعار زبانی یاد تھے۔ حافظ آباد کے زمانہ تدریس میں نوجوان تھے، مسجد مبارک کے خطیب حضرت حکیم محمد ابراہیم صاحب نے کسی محلہ میں تقریر کرتے ہوئے کہہ دیا کہ فلاں مولوی جاہل ہے۔ دوسٹر عربی عبارت صحت کے ساتھ پڑھ کر ترجمہ کرنے کی صلاحیت سے بھی عاری

ہے۔ جب کہ وہ صاحب عمر رسیدہ اور پرانے مدرس تھے اور اپنی جماعت میں ایک نام رکھتے تھے۔ اگلے روز حکیم صاحب کی دوکان پر دوشاگر بھیج دیئے کہ ہمارے استاذ کی بجائے ہم سے عربی عبارت سن کر اس کا ترجمہ کروالیں۔ حکیم صاحب نے انھیں شام کا وقت دے دیا، اور آکر مرحوم سے بات کی۔ فرمانے لگے فکر نہ کریں، تھوڑی دیر میں ایک عبارت چند سطور پر مشتمل لکھ دی، طے شدہ پروگرام کے مطابق حریف کے دو طالب علم آئے، تحریر کو کافی دیر دیکھتے رہے۔ کچھ پلے نہ پڑا تو ساتھ لے جانے کی اجازت طلب کی، جو ساتھ لے گئے لیکن ترجمہ کر کے واپس نہ کی۔ حافظ آباد کے عوام و خواص اس واقعہ سے دیر تک محفوظ ہوتے رہے۔

اکتوبر ۸۶ء کو قلعہ دیدار سنگھ میں اہل تقلید سے مسئلہ تقلید وغیرہ پر ٹھن گئی۔ مساجد میں بالمقابل دروس شروع ہوئے۔ طریقہ کاریہ تھا کہ باری باری درس ہوتا، دوسرا فریق آڈیو کرنے کا حق رکھتا۔ اسی ریکارڈنگ کی مدد سے جوابی درس ہوتا، دو تین دروس کے بعد دیوبندی مدرسے کا پرانا مدرس اور منجھ ہوا مناظر اہل حدیث کے نوجوان عالم دین کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا۔ مرحوم کی لاجواب علمی گرفت اور عبارت پر نقد کی وجہ سے عربی عبارت پڑھنی چھوڑ گیا۔

### صحافت:

اللہ تعالیٰ نے تعلیم و تدریس، دعوت و تبلیغ، تحریر و تصنیف کی خوبیاں یکساں مرحوم کو عطا فرمائی تھیں۔ قیام فاروق آباد کے زمانہ تدریس میں حافظ عبدالرزاق سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی ماہانہ ترجمان السنہ (جو بعد میں اشاعت السنہ کے نام سے شائع ہونے لگا) نکالنے کا پروگرام بنایا، جس کا پہلا شمارہ غالباً مارچ ۱۹۸۹ء کو شائع ہوا، اور مرحوم کے قیام فاروق آباد تک جاری رہا۔ جب ۱۹۹۲ء میں ساہووالا تشریف لے گئے تو یہ رسالہ بھی بند ہو گیا۔ کچھ دیر ہفت روزہ اہل حدیث میں بھی کام کیا۔

### ایک کامیاب صدر مناظرہ:

مناظر و صدر کے لیے اپنے موقف پر شرح صدر، خود اعتمادی اور حریف کے دلائل و عقائد اور نظریات پر عبور ہونا ضروری ہے۔ تحمل، حوصلہ، وسعت ظرفی، ذہانت و فطانت، حاضر جوابی، برجستہ گوئی اور

جرات اجزائے ترکیبی ہیں۔ الحمد للہ یہ تمام اوصاف حضرت شیخ میں بدرجہ اتم پائے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے وہ جس مناظرہ میں ہوتے فتح بفضلہ تعالیٰ یقینی ہوتی۔ ان کی آمد ہی حریف کو لرزاں و ترساں کر دیتی۔ گو مرحوم اکثر مناظروں میں صدر ہی ہوتے لیکن معاونت بھی خوب کرتے۔ محل لقمہ پر لقمہ دیتے، حریف کی تقریر کو توجہ سے سنتے اور اسی سے ہی کمال نکتہ اخذ کر لیتے تھے۔ گوجران والا شہر کے اندر الشیخ حافظ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث نصر العلوم) کا مسئلہ فاتحہ پر یونس نعمانی سے مناظرہ تھا، حریف نے امام بیہقی کی کتاب القراءۃ سے ایک روایت بطور دلیل پڑھ کر سنائی اور زور دے کر کہا کہ سند کو اچھی طرح سن لیں، مناظر صاحب نے چالاکی یہ کی کہ سند کوئی اور متن کوئی پڑھ دیا۔ مرحوم نے بتوفیق الہی اپنے وسعت مطالعہ اور یاد سے اس بددیانتی کو پکڑ لیا اور یہی سبب اہل حدیث کی فتح کا بنا۔

### اوصاف:

میری رفاقت تین عشروں پر محیط ہے۔ زمانہ تلمذ سے لے کر وفات تک میں نے انھیں کسی سے لڑتے جھگڑتے نہیں دیکھا۔ نہ کسی کو سب و شتم کرتے ہوئے سنا ہے۔ حتیٰ کہ کسی طالب علم کو بھی ڈانٹتے جھڑکتے نہیں دیکھا۔ سبق یاد نہ ہوتا تو باتوں ہی باتوں میں اس طرح سمجھاتے کہ طالب علم اپنی سستی و لا پرواہی کو ترک کر دیتا۔ شاگردوں کے سامنے کسی پر تبصرہ نہ کرتے، ویسے بھی تمام علماء کی قدر کرتے۔ اپنے اساتذہ کا نہایت احترام کرتے۔

معاصرین کا ذکر کرتے وقت الفاظ بڑے چبھے تلے بولتے کہ ذکی ان کے تبصرے سے بہت کچھ اخذ کر جاتا۔ علماء کے علم کو ترازو پر نہ تولتے کہ فلاں بڑا اور فلاں چھوٹا ہے، اپنے علماء کے بالمقابل دوسروں کو ہیچ محض خیال کرتے، اور اپنے آپ کو سلفی علماء سے کم تر ہی خیال کرتے۔ معاصرین بلکہ ناقدین کا ذکر فرماتے تو کلمہ خیر ہی کہتے۔ کبھی کسی نے کہہ دیا کہ فلاں یہ کہتا ہے تو یہ جواب ہوتا کہ آپ کو غلطی لگی ہے۔ کہنے والے نے اصرار کیا تو زیادہ سے زیادہ یہ کہہ دیا، اچھا انھیں غلطی لگی ہے۔ اپنے معاصرین کے علم و فضل کی ہمیشہ تعریف کرتے ہر عالم دین کی کسی نہ کسی

سردیوں میں جٹی بکل تکلفات سے پرہیز کی چغلی کھا رہی ہوتی۔  
 جو بھی ملنے گیا خواہ امیر ہو یا غریب، عمر رسیدہ ہو یا جوان، طالب  
 علم ہو یا تبحر عالم دین، اس سے مجلس کرتے۔ حسب توفیق مہمان نوازی  
 کرتے، خاطر مدارات کے لیے روٹی خود لے کر آتے، پانی ڈال کر  
 پیش کرتے۔ نہایت مؤدب ہو کر پاس بیٹھتے، اصرار کرتے اور کھائیں۔  
 خود بھی تعلق داروں کے ہاں تشریف لے جاتے۔ لیکن دولت  
 مندوں اور سرمایہ داروں سے تعلق استوار کرنے اور ان سے از خود دوستی  
 لگانے سے پرہیز کرتے۔ فرماتے کہ اس سے علم و علماء کا وقار مجروح ہوتا  
 ہے، وقت بے وقت فون کر کے لوگ مسائل پوچھتے۔ انھیں بتا دیا  
 کرتے، کبھی کسی سے ناراضگی کا اظہار نہ فرماتے کہ میں سویا ہوا تھا، کھانا  
 کھا رہا تھا، سبق پڑھا رہا تھا۔

غریب ہونے کے باوجود دل کے غنی تھے۔ مجھے کہیں سے  
 مستدرک للحاکم تحفہ میں آئی راقم نے شیخ کو عطیہ کرنا چاہا لیکن یہ کہہ کر  
 واپس کر دی کہ آپ کو بھی ضرورت ہے۔ میں نے اصرار کیا تو بادل  
 ناخواستہ قبول تو فرمایا لیکن یہ شرط عائد کی کہ آئندہ ایسا نہ کرو گے۔  
 قیام فاروق آباد کے دور میں مالی مشکلات بھی تھیں۔ الشیخ  
 عبدالشکور اثری رحمۃ اللہ علیہ نے محدث مبارک پوری کی کتاب تحقیق الکلام پر  
 کام کروایا۔ اس کی ایک دمڑی وصول نہ کی حالاں کہ مرحوم نے اس کی  
 تخریج و تعلق پر بہت محنت کی تھی۔ مختلف لائبریریوں کے چکر لگائے،  
 دارالدعوة السلفیہ، اور جامعہ اثریہ (جہلم) میں بارہا حوالے چیک کرنے  
 کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

سرگودھا کے ایک مکتبہ نے نواب السید محمد صدیق حسن خاں محدث  
 قنوجی کی فتاویٰ پر کام کروایا، مرحوم کی تخریج و تعلق کا جو مسودہ تھا وہ تقریباً  
 پانچ صد صفحات پر محیط تھا۔ سرگودھا انھیں دینے گئے تو انھوں نے صرف  
 واپسی کا کرایہ دیا۔ کبھی ان کے خلاف زبان پر حرف شکایت نہ لائے۔  
 اللہ کرے مرحوم کے یہ دونوں کام شائع ہو جائیں۔

نوجوان طبقے کی حوصلہ افزائی کرتے۔ اگر کوئی کہتا کہ میرا یہ  
 پروگرام ہے تو اسے گائیڈ کرتے۔ اپنے تعاون کا یقین دلاتے پھر مقدمہ

خوبی کا تذکرہ فرماتے۔ کسی کے ادب کا اچھے الفاظ سے ذکر کرتے تو کسی  
 کی وسعت معلومات کا اعتراف کرتے۔ کسی کے علل حدیث پر نظر کی  
 تعریف کرتے کسی کی قرآن فہمی کی مدح کرتے تو کسی کی حدیث دانی کی  
 قدر کرتے۔ الغرض جو خوبی ہوتی، اس کا کھلے دل سے اظہار کرتے اور  
 گاہے گاہے باتوں ہی باتوں میں اس کا تذکرہ کر دیا کرتے۔ کبھی یہ نہ  
 کہتے کہ فلاں میں یہ کمی ہے، کسی پر سخت سے سخت تبصرہ یہ ہوتا ہے کہ اس  
 نے قرآن کی آیت کا معنی غلط اور حدیث کا مفہوم درست نہیں سمجھا۔ یہ  
 بھی صرف ہم عمر علماء کے متعلق فرماتے اپنے سے بڑوں کے متعلق  
 خاموش رہتے۔ اگر کوئی پوچھ لیتا تو اپنا موقف بتا دیا کرتے دوسرے کے  
 موقف کی کمزوری بیان کرتے۔

خاکسار نے زمانہ تلمذ سے لے کر مرحوم کی وفات تک کسی ہم عصر  
 کے خلاف باتیں کرتے نہیں سنا، نہ کبھی کسی کا گلہ و شکوہ ہی کیا۔ حالاں کہ  
 راقم کوجلوت و غلوت، سفر و حضر کی مصاحبت حاصل تھی۔ غیبت سے انھیں  
 ویسے ہی الرجی تھی۔ جھوٹ بولنا تو کجا اسے سننے کی بھی عادت نہ تھی۔ چغلی  
 سے آشنا ہی نہ تھے، بغض و کینہ فخر و غرور اور ریا سے طبعاً نفرت تھی۔  
 احسان غفو و درگزر اور تواضع و خاکساری ان کے اوصاف تھے۔ اپنے علم پر  
 قطعاً ناز نہ کرتے، ہاں مباحثات میں موقع و محل کی مناسبت سے کبھی کبھار  
 کوئی کلمہ کہہ بھی دیا کرتے تھے۔

مناظرہ فقیر والی میں صدر مناظرہ تھے۔ شرائط وغیرہ طے کرتے  
 ہوئے حریف جدلیات پر اتر آیا لیکن مرحوم نے پروقا را انداز سے دو گھنٹے  
 گفتگو کر کے علمی طور پر مد مقابل کو لا جواب اور ساکت کر دیا۔ مناظرہ  
 شروع ہوا، حریف کے صدر نے قاضی عبدالرشید ارشد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بات  
 پر اعتراض کیا مرحوم نے اپنے متکلم کی بات کا ثبوت دینے کے لیے فقہ  
 حنفی کی معروف کتاب فتاویٰ عالمگیری سے ایک عبارت پڑھی۔ مد  
 مقابل نے اپنی سابقہ خفت کو مٹانے کے لیے کہا کہ عبارت غلط پڑھی  
 ہے۔ بس پھر کیا تھا کہ جمالی طبیعت میں جلال آ گیا سینے پر ہاتھ مار کر  
 فرمانے لگے کون کہتا ہے کہ عبارت غلط پڑھی ہے، اس پر وفاق تحدی پر  
 مجلس میں سناٹا چھا گیا۔ اس علم و کمال کے باوجود مزاج میں سادگی تھی،

بھرتعاون بھی کرتے۔

خاکسار کو جب دین الحق لکھنے کا حکم دیا تو خاکساران کے حسن ظن پر دنگ رہ گیا۔ کچھ عزرات کیے تو کہنے لگے بہانے چھوڑ اور اللہ تو کل کام شروع کر دے۔ کتب ستہ مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق تیرے پاس ہیں ان سے ہٹ کر صحیح احادیث بہت کم ملتی ہیں، ان سے کام چل جائے گا۔ اگر ضرورت پڑی تو لاہور کے قریب ہونے کی وجہ سے دارالدعوة السلفیہ میں جا کر مراجعت کر لیا کرنا۔ میزان کے علاوہ چھوٹی موٹی کتب رجال میرے پاس تھیں، تہذیب التہذیب کا ذاتی نسخہ مجھے عنایت کر دیا کہ مدرسہ کی لائبریری میں سے میرا کام چل جایا کرے گا۔ مرحوم کی تہذیب ایک مدت تک میرے پاس رہی۔

نمود و نمائش اور ریاکاری کا شائبہ بھی مرحوم میں نہ تھا۔ بعض کتب شاگردوں اور تعلق داروں کے نام پر شائع کروائیں۔ لیکن کبھی اشارہ و کنایہ سے بھی اظہار نہ فرماتے کہ یہ میری تصنیف ہے۔ ایک کتابچہ بنام ”محمد شمشاد سلفی کے نام کھلا خط“ شیخ نے خود مجھے املا کرایا تھا، اور بوجہ میرے نام شائع ہوا۔

دین الحق میں بعض مقامات پر کچھ لکھا تو راقم نے انھیں کے نام سے شامل اشاعت کیا، اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ راقم نے کہا کہ محدثین کا بھی تو یہی اسلوب ہے، امام بخاری کہہ دیا کرتے ہیں کہ یحییٰ بن معین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ امام ترمذی اکثر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس روایت کی سند کے متعلق یہ کہا ہے۔ تو کیا امام بخاری اور ترمذی کو علم نہیں ہوتا کہ یہ روایت صحیح ہے یا ضعیف، میرے اس جواب پر مسکرا دیئے۔

### مسکلی سیاست پر موقف:

بلاشبہ مرحوم کا تعلق مرکزی جمعیت سے تھا۔ لیکن وہ اسے کفر و اسلام کا مسئلہ نہ سمجھتے تھے۔ تمام قائدین کا احترام کرتے۔ مرکزی جمعیت کے رکن شوریٰ ہونے کے باوجود حافظ ابٹسام الہی ظہیر اور روپڑی خاندان سے اچھے تعلقات تھے۔ مناظر اسلام حضرت حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ کی زندگی سے لے کر اپنی وفات تک ان کے ہاں مناظرہ

کلاس میں طلباء کی تعلیم و تربیت کے لیے تشریف لے جاتے رہے۔ فرمایا کرتے کہ ہم تو غلام سے ہیں جہاں بھی ضرورت پڑے گی عوام و خواص کی دعوت پر لبیک کہیں گے، نصیحت بھی یہی کرتے۔ آپ سب خدام ہو ساری زندگی اسلام کے دفاع اس کی نشر و اشاعت کے لیے کام کرنا۔ سیاست ودھڑ لے بندی سے الگ تھلگ رہ کر دین کی خدمت سعادت جان کر کرنا۔ کیوں کہ گوشہ گیری اختیار کیے بغیر علمی کام نہیں ہوتے۔

### اولاد:

مرحوم کی دو شادیاں ہوئیں تھیں۔ پہلی بیوی سے آٹھ بیٹیاں اور تین لڑکے ہیں۔ دوسری بیوی سے ایک لڑکی ہے۔ تین بیٹیاں شادی شدہ ہیں۔ دو شادی کے متعلق فکر مند تھے۔ کسی اچھے رشتے کی تلاش تھی کہ پیغام اجل آ گیا باقی بیٹیاں نابالغ ہیں۔ تین بیٹے ہیں، سب سے چھوٹا شمامہ ہے اور مرفوع القلم ہے۔ درمیانہ اسامہ ہے دسویں جماعت کا سٹوڈنٹ ہے۔ بڑا بیٹا انس ہے تقریباً ۱۸ سال کے قریب عمر ہے۔ مڈل کرنے کے بعد قرآن مجید حفظ کیا اور اب درس نظامی کی چوتھی کلاس کا طالب علم ہے۔

### سرایا:

متوسط جسم، درمیانہ قد، سانولا رنگ، گولائی لیے ہوئے کتابی چہرہ جس پر ایمانی شرف و وجاہت کی جگہ گاتی ہوئیں شعائیں، خوب صورت ناک، آنکھیں چھوٹی نہ بڑی، باحیا اور لمبی لمبی پلکیں، کشادہ پیشانی، خوب صورت اور کسی قدر لٹکتی ہوئی داڑھی، ہاتھ میں اکثر حدیث کی کوئی کتاب، عام سادہ شلواری قمیص جس کے اوپر کبھی کبھی ویسکوٹ، سر پر جالی دار ٹوپی یا رومال، پاؤں میں عام چپل اور حالت سفر میں موسم کے مطابق گرگانی یا پشاور چپل، دھیمی آواز، لفظ حدیث کی ادائیگی اتنی عمدہ کہ گویا زبان سے پھول گر رہے ہوں۔ سردیوں میں جٹکی بکل۔

### تصانیف:

① مقلدین آئمہ کی عدالت میں، ② موضوع روایات تاریخ و اسباب، ③ ضرب شدید علی اہل التقليد، ④ دین تصوف، ⑤ مطرۃ الحدید، ⑥ خیر البراہین، ⑦ شادی کی دوسری دس راتیں بجواب شادی کی

پہلی دس راتیں، ۸) داستانِ حنفیہ، ۹) عقیدہ اہل حدیث، ۱۰) تحقیق تین طلاق، ۱۱) طلاق اور شریعت محمدیہ، ۱۲) نداء لغیر اللہ، ۱۳) فتویٰ حرمت سود، ۱۴) توہین انبیاء اور بائبل، ۱۵) جرابوں پر مسح، ۱۶) خصائل محمدی ﷺ ترجمہ شکیل ترمذی، ۱۷) تخریج معیار الحق، ۱۸) صحیح سنن ترمذی کا ترجمہ، ۱۹) مسنون دعائیں۔

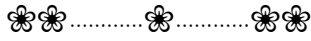
### بعض مسودات:

① سنن ابن ماجہ کا ترجمہ و شرح، ② تخریج تحقیق الکلام، ③ نواب صدیق حسن خاں کے فتاویٰ کی تخریج و تعلیق، ④ علامہ صاحب کی کتاب، الشیعة والقرآن کا اردو ترجمہ، ⑤ امام ابن تیمیہ کی کتاب، صحت مذہب اہل المدینہ کا ترجمہ، ⑥ امام ابن تیمیہ کے رسالہ، حقیقت وحدت الوجود کا ترجمہ، ⑦ سورۃ المائدہ تک تفسیر قرآن، ⑧ اہل حدیث کون، مفقود، ⑨ تاریخ انکار حدیث، مفقود، ⑩ تکملہ ابکار لمن، مفقود۔

### مضامین:

ان کتب کے علاوہ مرحوم کے بہت سے مضامین الاسلام، اہل حدیث، الاعتصام اور تنظیم اہل حدیث میں چھپتے رہے۔ مرحوم بہت زود نویس تھے۔ بریلوی، دیوبندی، قادیانی اور عیسائی رسائل و جرائد میں قابل نقد مضامین کا فوراً جواب لکھا کرتے۔ طاہر القادری کے درس صحیح مسلم کے نقد پر ایک مضمون لکھ رہے تھے۔ جس کی ایک قسط مرحوم کی وفات کے بعد تنظیم اہل حدیث کے دفتر میں بذریعہ ڈاک پہنچی۔

گو جراث والا کے کچھ دوست ان مضامین کو کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جو مرحوم کی زندگی میں ہی کچھ حصہ کمپوز ہو چکا تھا، اللہ کرے یہ بھی شائع ہو جائیں۔



### مولانا محمد ادریس ہاشمی کو صدمات

مولانا محمد ادریس ہاشمی ایڈیٹر صدائے ہوش لاہور، گزشتہ دنوں صدمات سے دوچار رہے۔ ۱۰ دسمبر ۲۰۰۸ء کو ان کا بھانجا محمد اسلم قریشی (بہاول پور) انتقال کر گیا، پھر برادر اصغر کپٹن (ر) محمود الحسن ہاشمی (لاہور) کی اچانک وفات کی خبر ملی۔ ملتان سے واپس لاہور آ رہے تھے راستے میں ان کے ہم زلف سید غفر علی شاہ کی وفات کی اطلاع بھی آ گئی۔ چار دن بعد محمد حنیف ہاشمی مرحوم کی بیٹی مولانا محمد ادریس ہاشمی کی پھوپھی زاد بھینسیرہ اللہ کو پیاری ہو گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا خود بھی بیماری و کمزوری کے باعث صاحب فراش ہیں قارئین کرام سے التماس ہے کہ مرحومین کی مغفرت کے لیے دعا کریں اور ہاشمی صاحب کی صحت و سلامتی اور استقامت کے لیے دعا فرمائیں۔ [دعا گو: حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاھروی کوٹ رادھا کشن قصور]

### درخواست دعائے صحت

①..... حافظ بنیامین طور صاحب (جھوک دادو طور) ان دنوں علیل ہیں۔ آپ نے احباب جماعت سے اپنی صحت کاملہ کے لیے دعا کی درخواست کی ہے۔

②..... مولانا منظور احمد شفیق خطیب مرالی والا گوجراں والا کا گزشتہ دنوں حادثہ ہوا اور وہ زخمی ہو گئے ہیں۔ احباب سے صحت کاملہ کی دعاؤں کی درخواست ہے۔ [ابوالاحتشام حمزہ طور، گوجراں والا]

### شاہ محمد سعید گھڑیالوی کی اہلیہ کا انتقال

معروف روحانی شخصیت حضرت شاہ محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ کی نواسی اور شاہ محمد سعید گھڑیالوی رحمہ اللہ کی بیوہ محترمہ ۱۷ فروری ۲۰۰۹ء بروز منگل بھمبہ کلاں ضلع قصور میں رحلت فرما گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین سے مغفرت کی دعاؤں کی درخواست ہے۔ [انجینئر عبدالسلام، توحید نگر لاہور]



## فہرست کتب

آباد گوہنہ اعظم گڑھ۔ یوپی  
۲۹۷ء۳۲۲ علامہ محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی  
ن ۶۷ نکاح اور شادی (اسلامی نقطہ نظر سے) ص: ۱۶، نوری مشن  
مالیگاؤں

۲۹۷ء۳۲۲ مولانا ندیر الحق  
ن ۴۲ شادی بیاہ کے اسلامی احکام، ص: ۱۰۰، فیروز سنز لمیٹڈ  
لاہور ۱۹۷۵ء

۲۹۷ء۳۲۲ حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ  
ی ۷۷ مفرور لڑکیوں کا نکاح اور ہماری عدالتیں، ص: ۸۸،  
دارالسلام لاہور

۲۹۷ء۳۲۲ محمد اقبال کیلانی  
ک ۹۴ طلاق کے مسائل، ص: ۱۰۴، حدیث پبلی کیشنز لاہور  
۲۹۷ء۳۲۲ حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ  
ی ۷۷ مسنون نکاح اور شادی بیاہ کی رسومات، ص: ۱۱۰،  
دارالسلام سیکرٹریٹ لاہور

۲۹۷ء۳۲۲ حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ  
ی ۷۷ ایک مجلس میں تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل، ص: ۲۳۶،  
دارالسلام سیکرٹریٹ لاہور

### وراثت کے بارے میں

۲۹۷ء۳۲۲ سلطان محمود  
س ۸۳ ظلم پنجاب، ص: ۱۲۰، مطبع کلیسی واقع کلکتہ ہریسن روڈ  
۲۹۷ء۳۲۲ ابوالسلام محمد صدیق  
ص ۵۱ تعلیم الفرائض، ص: ۶۴، ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سلائیٹ  
ٹاؤن سرگودھا

۲۹۷ء۳۲۲ حافظ محمد بنیامین طور  
ط ۸۱ الطور الناجی شرا السراجی، ص: ۲۲۴، مکتبہ قدوسیہ لاہور  
۲۹۷ء۳۲۲ مولانا محمد عبداللہ صاحب

۲۹۷ء۳۲۲ محمد کرم شاہ  
ک ۴۳ دعوت فکر و نظر، ص: ۴۸، بحیرہ ضلع گوجراں والا  
۲۹۷ء۳۲۲ محمد اقبال کیلانی

ک ۹۲ نکاح کے مسائل، ص: ۱۸۴، حدیث پبلی کیشنز شیش محل  
روڈ۔ لاہور

۲۹۷ء۳۲۲ حافظ مبشر حسین لاہور  
م ۱۸۹ جہیز کی تباہ کاریاں، ص: ۱۳۵، مبشر اکیڈمی لاہور دسمبر ۲۰۰۴  
۲۹۷ء۳۲۲ مولوی محمد ابراہیم

م ۲۸۱ رد الاحداث فی الطلاق الثلاث المعروف نکاح محمدی،  
ص: ۱۱۶، مکتبہ محمدیہ محمدی کالونی اورنگی کراچی  
۲۹۷ء۳۲۲ محمد

م ۲۸۱ یہ اسلام ہے؟ عورت کو زندہ دفن کر دو (پہلا حصہ)  
ص: ۶۰ مرکز تحقیق و اشاعت و مسجد اتحاد المسلمین مدینہ ٹاؤن  
لاہور

۲۹۷ء۳۲۲ مولانا محمد صاحب جونا گڑھی  
م ۲۸۱ نکاح محمدی، ص: ۱۱۵، مکتبہ محمدیہ اردو بازار لاہور مارچ  
۱۹۹۵ء

۲۹۷ء۳۲۲ مولانا محمد حیات محمدی  
م ۵۶۸ تین طلاق، ص: ۵۳، جامع مسجد عزیز یہ اہل حدیث  
ڈسکہ۔ س، ن

۲۹۷ء۳۲۲ مولانا شکر اللہ صاحب نعمانی  
ن ۶۷ اسلام کا نظام طلاق، ص: ۲۷۲، عزیر الاعظمی ابراہیم پور محمد

ع ۵۸ ت تسہیل الفرائض، ص: ۵۶، شیخ جان محمد الہ بخش تاجران  
کتب کشمیری بازار لاہور ۱۹۲۹ء

۳۲۲۲ء ۲۹ ابو محمد مولوی محمد عبداللہ

ع ۵۸ ر رسالہ تقسیم میراث، ص: ۳۲، منشی محمد عبداللہ صاحب  
منہاس آفتاب برقی پریس امرتسر ۱۳۴۲ھ

۳۲۲۲ء ۲۹ حافظ محمد عبداللہ امرتسری روپڑی

ع ۵۸ ل وراثت اسلامیہ، ص: ۸۶، مکتبہ تنظیم متصل چوک داگراں  
لاہور

۳۲۲۲ء ۲۹ مفتی عبید اللہ عقیف

ع ۶۰۱ ق رسول اللہ ﷺ کے ترکہ میں قانون وراثت کیوں نہ چلا؟  
ص: ۷۲، شعبہ تصنیف و تالیف جمعیت اہل حدیث پاکستان

### فقہی مباحث

۳۲۲۳ء ۲۹

ب ۲۹ بحث و نظر فقہی سیمینار نمبر، ص: ۴۰۷، پھلواری شریف  
پٹنہ ۱۹۸۹ء ۳ مسائل پر بحث ہے:

۱۔ پگری (بدل خلو) کا مسئلہ

۲۔ اعضاء کی پیوند کاری

۳۔ ضبط تولید کا مسئلہ

۳۲۲۳ء ۲۹ مولوی محمد فضل الدین (مجموعہ ۶ کتب)

ف ۶۹ ک کتاب الفضل والنسیہ یعنی کتاب بیع سلم و بیع النسیہ،  
ص: ۲۸، مطبع واقعہ گارڈن پبلش دینا نگر

۲۔ نافعہ خریداران، مولوی محمد احسن

۳۔ رد چکڑ الوی، مولوی حافظ فتح محمد

۴۔ خلاصہ کیلانی، ترجمہ فارسی میاں قطب الدین مع فتویٰ  
مولانا غلام قلعہ

۵۔ سیف الابرار علی المسلول الفجار، مولانا محمد عبدالرحمن

۶۔ بیس رکعت تراویح کا شرعی ثبوت، غلام سرور گجراتی

۳۲۲۳ء ۲۹ سید قلندر حسین

ق ۶۶ ح حق شفیع، ص: ۱۳۶

۳۲۳۳ء ۲۹ مولانا سید اصغر حسین (مجموعہ ۱۱ کتب)

ح ۴۸ ر رسالہ میراث، ص: ۴۸، مکتبہ رحیمیہ ملتان

۲۔ شہادۃ النخار علی حرمتہ المزمیر امیر احمد علی

۳۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمائے ہوئے وظیفے، احمد علی

۴۔ توحید مقبول، احمد علی

۵۔ پیغام رسول ﷺ، احمد علی

۶۔ اسلام ہنوز خطرہ میں، احمد علی

۷۔ فلسفہ نماز، احمد علی

۸۔ مسلمان عورت کے فرائض، احمد علی

۹۔ اہل حدیث اور احناف کے درمیان دیوی کے بکرا کے متعلق  
منظرہ

۱۰۔ کوئٹہ وں کی حقیقت، مولانا محمود الحسن بدایونی

۱۱۔ دعوت حق

۳۲۳۳ء ۲۹ مولانا عبدالقیوم حقانی

ع ۹۵ ل ارباب علم و کمال اور پیشہ رزق حلال، ص: ۲۰۵، القاسم  
اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد سرحد پاکستان فروری ۲۰۰۶ء

۳۲۳۳ء ۲۹ مولانا عبدالرحمن کیلانی

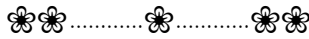
ک ۹۰ ت تجارت اور لین دین کے مسائل و احکام، ص: ۳۷۲، مکتبہ  
السلام و سن پورہ لاہور اکتوبر ۱۹۹۱ء

۳۲۳۳ء ۲۹ مولوی مسعود علی بی۔ اے

م ۷۰ ل اصول شرع اسلام، ص: ۵۱۸، حافظ محمد حیدر میموریل  
اکیڈمی کراچی ۱۴۰۰ھ

۳۲۳۳ء ۲۹ سید غلام احمد رضوی

ر ۶۹ ی یتیم پوتے کا حق وراثت، ص: ۱۲۰، انجمن خدام القرآن  
لاہور جنوری ۱۹۷۸ء



## قرآن کیا ہے؟

(۲)

تو کہ طرح دیگرے انداختی تو نے تو کسی اور نظام حکومت کی بنیاد رکھی ہے	دل ز دستور کہن پرداختی اور پرانے دستور حکومت سے کنارہ کش ہو گیا ہے
ہم چو ما اسلامیات اندر جہاں تو نے ہم مسلمانوں کی طرح اس دنیا میں	قیصرت را شکستی استخوان قیصرت کا بت پاش پاش کر دیا ہے
تا بہ افروزی چراغے در ضمیر پس اپنے دل میں حق کا چراغ روشن کرنے کے لیے	عبرتے از سرگزشت ما بگیر تو ہماری تاریخ سے کچھ نصیحت پکڑ
پائے خود محکم گذار اندر نبرد پیکار ہستی میں اپنا پاؤں مضبوطی سے رکھ	گردِ ایں لات و ہبل دیگر مگرد اور دنیا کے بتانِ ہوا و ہوس کا طواف نہ کر
ملنے می خواہد ایں دنیائے پیر یہ دنیائے کہن ایک ایسی قوم چاہتی ہے،	آنکہ باشد ہم بشیر و ہم نذیر جو مفادِ دنیوی کی خوشخبری بھی دے اور عاقبت سے ڈرائے بھی
باز می آئی سوئے اقوام شرق پھر تو صحیح معنوں میں اقوامِ مشرق کے قریب تر ہوگا	بستہ ایام تو با ایام شرق اور تیرے اوقاتِ اوقاتِ مشرق سے مربوط ہوں گے